وفا کے دو دانوں کی تسبیح
بسمہ قریشی
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

وفا کے دو دانوں کی تسبیح

بسمہ قریشی

پاکستانی پوائنٹ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

وفا کے دو دانوں کی تسبیح

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے، سپر موڈز: صبا گل، تتلی، ٹیم لیڈر: ایم وائی صائم، مینجمنٹ: وقاریا ایکسٹو سے رابطہ کریں، شکریہ

عجیب سی گھٹن... عجیب سی الجھن اسے اپنے حصار میں لیے ہوئی تھی... چاہ کر بھی وہ کھل کر اپنے اندر کے طوفان کو باہر نہیں لا پا رہی تھی۔وہ جس کے شانے پر سر رکھ کر رونا چاہ رہی تھی وہ شانہ اب نہیں تھا اور جو شانہ اسے میسر تھا اس کا سہارا لینا نہیں چاہتی تھی۔اس کشمکش میں مبتلا بیڈ سے اتر کر ٹیرس کا دراوزہ کھول کر تاریکی میں گرل کے پاس جاکھڑی ہوئی۔سرد ہواؤں کے جھونکے اس کے وجود سے ہولے ہولے ٹکرا رہے تھے۔

''یااللہ... یہ کیسی کشمکش میں ڈال دیا ہے تو نے مجھے... میں کروں تو کیا کروں... نہیں حسن... آپ میری محبت' میری وفا کو خود غرضی کا نام کیسے دے سکتے ہیں... آپ مجھ سے محبت کی اتنی بڑی قربانی کیسے مانگ سکتے ہیں' یہ جانتے ہوئے کہ یہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کی ماہ نور

اتنی مضبوط نہیں کہ وہ ناممکن کو ممکن کر دکھائے... پلیز مجھے اتنا مت آزمائیں' پلیز۔" یہ کہہ کر وہ تکلیف سے اپنے سوجے ہوئے پپوٹوں کو اٹھا کر آسمان کو دیکھنے لگی۔ایک خیال نے سرگوشی کی۔

' 'ماہ نور یہ تمہاری خود غرضی ہے کہ تم صرف یہ سوچ رہی ہو کہ تمہیں کتنی تکلیف ہورہی ہے؟ ذرا یہ بھی سوچو کہ جہاں تم نے اپنا شوہر کھویا ہے وہاں کسی نے اپنا بیٹا' اپنا بھائی' اپنا باپ اور کسی نے نہ صرف اپنا بھائیوں جیسا دوست بلکہ سب کچھ گنوا دیا ہے۔" کچھ دیر پہلے کہے گئے حسن کے الفاظ اس کی سماعت میں گونجے۔اس نے اپنے بازو سینے پر باندھے اور آنکھیں زور سے بند کیں۔آج اس کے زخم دوبارہ تازہ ہوگئے تھے اور ان میں سے خون رس رہا تھا۔

شدید ذہنی فشار کے بعد اس کے سر میں شدید درد ہونے لگا وہ واپس کمرے میں چلی آئی۔ان خیالات کو ذہن سے جھٹکنے کے لیے اس نے ایک نظر اپنے قریب سوئے ان ننھے فرشتوں پہ ڈالی' جھک کر دونوں کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کے معصوم چہروں کو بغور دیکھنے لگی جو کہ بہت کچھ کہہ رہے تھے۔

' 'مانو... تم ایسی باتیں کیوں سوچتی ہو... اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایک خوشی سے محروم کردے تو اس کی عطا کردہ اور بھی کافی ساری وجوہات ہیں... ڈھیر ساری خوشیاں اور امیدیں ہیں جینے کے لیے۔" حسن کے پُرامید لہجے میں کہے گئے یہ

الفاظ اسے اس الجھن سے نکالنے کے لیے اس تاریکی میں مشعل بن کر آئے تھے۔دل کے کسی گوشے میں ایک فیصلہ ہوچکا تھا۔ان بچوں کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے اپنی ہتھیلیوں کی پشت سے آنسو صاف کیے اور آہستگی سے اثبات میں سر ہلا کر بولی۔

’ ’ٹھیک ہے‘ تم نے آج بھی ہاں کروالی مجھ سے‘ ‘ ...

...زز: ’ ...

’ ’آفٹر آل ہے تو ریٹائرڈ آرمی آفیسر کی بیٹی ناں۔ہر چیز ہی ریٹائرڈ ہوچکی ہے۔“ عثمان شجاع کی اس بات پر پورا گروپ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ماہ نور ابرار جتنا اس سے کتراتی‘ وہ اتنا ہی اسے زچ کرتا‘ پتہ نہیں پچھلی کتنی مدتوں کا بدلہ لینا ہے کہاں وہ کمپیوٹر انجینئرنگ کا اسٹوڈنٹ اور کہاں یہ سائیکلوجی کے سیکنڈ ائر کی اسٹوڈنٹ لیکن ہمیشہ جیسے اسے تنگ کرنا اس کا مشن بن چکا تھا۔ یہ دو سال اس نے اس کو اتنا ستایا کہ اب اس کو بھی عثمان کے چہرے سے چڑ سی ہوگئی تھی۔ سینئر ہونے کا تو اس پر ایسا رعب جھاڑتا جیسے پورے کالج میں وہی اس سے جونیئر ہو‘ ان دونوں میں نہ تو اکیڈیمک ریکارڈ کا کوئی فرق تھا‘ فیملی بیگ گرائونڈ بھی ایک دوسرے سے تگڑا اور خوب صورتی میں لاجواب۔

جب شروع میں عثمان شجاع اس کی فولنگ کرتا تو کالج کا ہاٹ ایشو ہی ان کا افیئر بن گیا تھا لیکن جب کبھی ماہ نور ابرار کا غصہ اور عثمان کی انا ٹکراتی تو ایک ایٹم بم سے بڑا دھماکا ہوتا لہٰذا یہ افواہ جلد ہی رد کردی گئی دراصل عثمان شجاع اس کے غرور کو روندھ کر خود کو تیس مار خان ثابت کرنا چاہتا تھا کیونکہ پورے کالج میں ماہ نور "پرائوڈی گرل" کے نام سے مشہور تھی اور کسی لڑکے کی جرأت نہ تھی کہ اس سے فالتو بات کرتا پھر "ٹائم پاس کرنا" تو بہت دور کی بات تھی۔عثمان کو نہ ہی اس میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی "ٹائم پاس" کرنا مقصود تھا مگر اسے زچ کرکے ایک عجیب قسم کا سکون قلب حاصل ہوتا تھا۔عثمان شجاع کی پرسنیلٹی تو کافی اچھی تھی، خوب صورتی کی تو شاید حد اس پر ختم ہوتی تھی مگر زمانے کے رنگین فیشنز کو وقت کا تقاضا سمجھ کر نبھانا خود پر وہ فرض کرچکا تھا جس کی وجہ سے کافی حسن پرست لڑکیاں ماہ نور پر بادل نخواستہ رشک کرتیں اور بہت سے جونیئر اور سنیئر لڑکے اس کو ایڈمائیر کرتے تھے۔عثمان شجاع، شجاع فیملی کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا تھا جبکہ اس کی شخصیت میں اتنی ہی بے پروائی، آوارگی اور دوستانہ پن تھا۔گھونسلے جیسے گھنے بالوں نے اس کے کانوں کو چھپا رکھا تھا، لمبی لمبی قلمیں، لوز جینز اور موٹے پٹے والی نت نئی گھڑیاں اور دوسری کلائی پر ہمیشہ ایک بھاری بھرکم سی چین ہوتی تھی۔جبکہ ماہ نور ابرار کے نت نئے فیشنز اور لیٹسٹ بوتیک

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

اور مشہور ڈیزائنر کے کپڑے جن پر بڑے سلیقے سے اوڑھا ہوا دوپٹہ' اسٹیپ کٹنگ میں کٹے ہوئے بال اس پر بہت جچتے تھے۔ستواں سی ناک اور گال پر کیوٹ سا ڈمپل اور بڑی بڑی براؤن آنکھیں۔

سارے کالج میں ماہ نور ابرار پرائوڈی گرل کے نام سے اس لیے مشہور تھی کیونکہ اس کو اپنے والد کے آرمی میں ہونے کا بے حد غرور تھا اور اس کا بھائی بھی آرمی میں سرونگ آفیسر تھا۔مزید سونے پر سہاگہ یہ کہ اس کے ایک چاچو ائرفورس اور دوسرے بیوروکریٹ تھے جن کی مسز مشہور گائینا کالوجسٹ اور بیٹا بہت اچھا بزنس مین تھا جو کہ عثمان شجاع کے والد شجاع اکرم کے ساتھ کافی کانٹریکٹس کر رہا تھا۔

ماہ نور ابرار اپنے اسی غرور کی وجہ سے حسین خواب بنتی کہ اس کی شادی ایک پرفیکٹ آرمی آفیسر سے ہو جو کہ اس سے زیادہ اس سے پیار کرے اور اس سے بڑھ کر خوب صورت بھی ہو۔لیکن اہم دعا تو وہ مانگنا ہی بھول جاتی، سننے والے نے بھی اپنے مرضی کے حرف پر قبولیت کی مہر لگا دی اور وہ دیا ہی نہیں جو وہ مانگنا بھول گئی۔

☆☆☆☆☆☆

’’ماہ نور اٹھ ناں یار جلدی کر... اگر سینئر آ گئے نا تو پھڈا ہو جائے گا۔‘‘

صائمہ اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتی جلدی جلدی بول رہی تھی۔وہ بڑی بے پروائی اور سکون سے بکس اور نوٹس اکٹھے کرنے میں لگی تھی۔اسی سکون سے بولی۔

’’جسٹ چل یار... سنیئرز ہیں کوئی یاجوج ماجوج تو نہیں کہ تمہیں کھا جائیں گے۔‘‘ وہ اپنی دھن میں بولے جارہی تھی جب عثمان شجاع پاس آکر سیٹ کے خالی ہونے کا انتظار کرنے لگا اور موقع پاکر بولا۔

’’او ہیلو... کلاس ختم نہیں ہوئی تمہاری ابھی تک...؟‘‘

’’وائنڈ آپ کررہی ہوں نظر نہیں آرہا' آپ کو؟‘‘ جواب دینا تو شاید دونوں پر واجب تھا۔

’’بیل ہوگئی ہے اوردس منٹ بھی ہوچکے ہیں۔تمہیں شاید آواز نہیں آتی۔‘‘

اس بار ماہ نور بغیر کچھ کہے باہر جانے لگی تو اس کے بیگ کا بکل نکل گیا۔عثمان اور اس کے گروپ کو تو جیسے موقع مل گیا تھا۔

’’آفٹر آل ہے تو ریٹائرڈ آرمی آفیسر کی بیٹی ناں' ہر چیز ریٹائر ہوچکی ہے۔‘‘

ساری کلاس قہقہوں سے گونج اٹھی اور ماہ نور کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ کر صرف یہی کہہ پائی۔

’ ’بی ہیف یور سیلف۔“ پھر ایک منٹ ضائع کیے بغیر وہ چھو منتر ہوگئی کہ مزید رکنا اور بحث کرنا خود کو ذلیل کرنے کے مترادف تھا۔

...:ز ’ ...

ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل ابرار کا گھر آج ڈھیروں ڈھیر پھولوں سے سجایا جارہا تھا کیونکہ ان کے جگر کا ایک ٹکڑا کسی اور کی امانت ہونے کو تھا۔انوشہ ابرار جو کہ بی ڈی ایس کے فائنل ائر میں تھی۔کرنل ابرار کے کورس میٹ ریٹائرڈ کرنل حیدر کے بیٹے لیفٹیننٹ تیمور حیدر کی منکوحہ بننے جارہی تھی۔جس نے اپنے والد کو اپنی خواہش سے آگاہ کردیا تھا کہ وہ کرنل ابرار کی بیٹی انوشہ ابرار سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

انوشہ ابرار نے بھی اپنے والد کے کورس کی ایک تقریب میں لیفٹیننٹ تیمور کی دلچسپی محسوس کرلی تھی۔لہٰذا جلد ہی رشتہ طے ہوا اور منگنی اور نکاح کی رسم اکٹھی کرنے کا فیصلہ ہوا۔لہٰذا نکاح سے ایک روز قبل جب تمام رشتے دار اکٹھے ہوگئے تو کرنل ابرار کی خوب صورت حویلی میں بوگن ویلیا کی بیل سے ڈھکے ٹیرس پر تمام کزنز اکٹھی ہوگئیں، کوئی ڈھولکی کی تھاپ پر ناچ گا رہی تھی، کوئی مہندی لگا رہی تھی اور کہیں کوئی اپنے لیے ایسے دن کا تصور کررہی تھی جب وہ انوشہ کی جگہ ہوگی۔

''یار نوشی ان تیمور بھائی کے اور کتنے بھائی ہیں۔'' نزہت نے ماہ نور کو ٹھونگا مارتے ہوئے کہا۔

''ہوں گے کوئی سات' آٹھ' نو' دس... تم سب کو پورے ہوجائیں گے۔ میرے بعد تم لوگوں کی ہی باری ہے۔'' انوشہ کھکھلا کر بولی۔

''نہیں یار بھائی تو دو ہی ہیں... بہرحال کزنز کا مجھے پتہ نہیں۔اسی لیے غلط فہمیاں نہ ہی پالو تو بہتر ہے۔'' ماہ نور نے بھی پوائنٹ مارنے میں گریز نہ کیا۔

''مطلب ابھی تم دونوں بہنیں دیورانی' جٹھانی کے روپ میں ٹکرائو گی۔اب ان بے چاروں کا اللہ ہی حافظ ہے۔'' فائزہ نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں ایسا بھی ہوجاتا اگر موصوف آرمی میں ہوتے' مگر خالی مولی شکل کا اچار تو نہیں ڈالنا ناں...'' وہ مہندی کے خشک ہوتے ہی کیوٹکس لگانے لگی۔

''تم سب ایک دوسرے سے بڑھ کر کمینیاں ہو' پتہ ہے کیا اب اگلا جو بیج پاس آئوٹ ہوا ناں تو پورا کا پورا تم سب کے لیے بک کروالیں گے تاکہ ہر آفیسر کو دیکھ کر اس پر لائن نہ مارو۔'' سب زور زور سے ہنسنے لگیں۔

...:ز '...

انوشہ ابرار بے بی پنک اور بلیو کنٹراسٹ کی ساڑی میں ملبوس تھی جبکہ لیفٹینینٹ تیمور حیدر بلیک شیروانی میں ملبوس بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔وہ سچ مچ بہت

خوب صورت اور ڈیسنٹ تھا۔ جس کے عقب میں انوشہ' گھونگھٹ ڈالے بیٹھی تھی۔ ماہ نور کی خوب صورتی کو بھی گرین کلر کی ساڑی چار چاند لگارہی تھی۔ انوشہ کے بعد ماہ نور سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ ماہ نور' اومائمہ' فائزہ اور تنزیلہ کی جوڑی بنی تھی۔ وہ سب ماہ نور کے جنون سے واقف تھیں۔ اس لیے ہر آرمی والے کی طرف بار بار توجہ کرواتی خواہ وہ ویٹر ہو' گیٹ کیپر ہو یا کوئی بھی۔ وہ پلیٹ سجا کر چائے لے کر پیچھے پلٹی تو کپ کا تقریباً چوتھائی حصہ ایک قدآور خوبرو نوجوان پر چھلک گیا۔ بوکھلاہٹ کے مارے آنکھیں پھیل گئیں اور جلد بازی میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے بغیر معصوم بچوں کی طرح شروع ہوگئی۔

' ' آئی ایم سوری' آئی ایم ایکسٹرا ایملی سوری... مجھے سچ میں پتہ نہیں چلا' ' ...

' ' اٹس اوکے... یو جسٹ ڈونٹ وری۔"

' ' صاف ہوجائے گا کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔"

' ' صاف ہوجائے گا... کیا مطلب ہے؟ ابھی میرے سامنے ہی صاف کردیں ناں' ورنہ میری طبیعت ہی صاف کردی جائے گی۔" آخری الفاظ ماہ نور نے منہ میں بڑبڑائے' وہ اتنی تمیزدار نہیں تھی۔ جتنا بابا جان کے خوف نے اس کو بنادیا تھا۔ وہ نوجوان عجیب سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے ٹشو سے اپنے کوٹ کو صاف

کرنے لگا لیکن داغ تو گہرا ہو چکا تھا۔ماہ نور جانتی تھی اگر اس معاملے کا ذرا سا بھی بابا جان کو علم ہو گیا تو اس کو اچھی خاصی ڈوز مل جائے گی۔مارے پریشانی کے وہ اسے آہستگی سے بولی۔

''آپ آئیں ناں میرے ساتھ... پلیز...'' وہ پہلے چونکا پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر اس کے ساتھ چل دیا۔ہال میں چند ایک لوگوں کی نظریں اسی منظر کا تعین کررہی تھیں۔ماہ نور اس کو گیسٹ روم کی طرف لے گئی اور فوراً بولی۔''آپ یہ اتار کر مجھے دے دیں میں ابھی دھو دیتی ہوں۔''

''نہیں رہنے دیں۔یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔جو آپ اتنی پریشان ہورہی ہیں۔''

''اوفو آپ نہیں سمجھ رہے ناں۔'' ماہ نور اپنی ساڑھی کے پلو کو جلدی سے کندھے پر سمیٹتے ہوئے بولی۔

''چلیں آپ دھوئیں مت... میں ایسا کرتا ہوں' اسے یہیں اتار جاتا ہوں۔'' اب وہ اسے بچوں کی طرح بہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے' ویسے بھی آپ کوٹ کے بغیر زیادہ اچھے لگیں گے۔'' ماہ نور تو مروت میں بول رہی تھی کہ اس کی زبان پھسل گئی۔اسے ماہ نور کے اس پُراعتماد لہجے پر حیرت ہوئی تو شریر سے لہجے میں بولا۔

’’کیا آپ کو یقین ہے... ویسے مجھے حسن عباس کہتے ہیں۔‘‘
ماہ نور کے دماغ کی گھنٹی بجی اور یک دم معنی خیز مسکراہٹ چہرے پر آ گئی اور ساری ٹینشن اڑن چھو ہوگئی کیونکہ وہ آرمی میں سلیکٹ ہو چکا تھا۔

’’اوہ... میں ماہ نور... ماہ نور ابرار۔‘‘ ماہ نور کی نظروں میں آشنائی آئی۔

’’نائس ٹو میٹ یو۔‘‘ حسن نے مسکرا کر کہا۔

’’چلیں اب نیچے اس سے پہلے کہ فنکشن...‘‘ ماہ نور بولتے بولتے دروازے کی طرف لپکی اور جلدی سے نیچے چلی گئی۔جہاں اس کے کزنز کی نظریں اس کے شرم سے لال چہرے کا تعاقب کر رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

احسن صدیقی سائیکولوجی گروپ کا ایک لڑکا تھا۔یہ واحد شخص تھا جو ماہ نور ابرار کی ہمدردی کا مرکز تھا۔ماہ نور اکثر اس کی مدد کرتی اور کیفے میں جب فرینڈز کے ساتھ لنچ کے لیے جاتی تو اسے ساتھ لے جاتی۔کیونکہ اس کے والد جو کیفے کے مالک تھے اسے اکثر یہاں بیٹھنے سے منع کرتے۔اس لئے وہ آتے وقت جھجکتا مگر ماہ نور جب انکل سے کہتی تو وہ مان جاتے تھے۔انکل کے بقول لڑکے' لڑکیاں اسے بے وقوف بنا کر اس کے نام پر چیزیں لے جاتے ہیں اور وہ خاموشی سے فضول قسم کی دوستی کو نبھانے کے لیے پیسے ادا کرتا تھا۔

’’او سائیکولوجسٹ... سنا ہے تمہاری انگیجمنٹ ہوگئی ہے۔بتایا کیوں نہیں؟‘‘ عثمان نے اس کا راستہ روکتے ہوئے ہنس کر کہا۔اسے تنگ کرنے اور زچ کرنے کا موقع وہ ہاتھ سے کب جانے دیتا تھا۔

’’نہیں میری نہیں ہوئی میری بہن کی ہوئی ہے۔‘‘ ماہ نور نے صاف جواب دے کر وہاں سے جانا چاہا مگر عثمان کی چہیتی صبا نے راستہ روک لیا۔

’’یہ کہہ کر تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم ابھی بھی سنگل ہو۔‘‘

’’اگر ہوئی تو پہلا لڈو تمہارے منہ میں ہی ڈالوں گی۔‘‘ ماہ نور نے بات ختم کرنا چاہی۔تو صبا یک دم بولی۔

’’تو یہ جو تمہیں ڈراپ کرنے آیا تھا۔اب یہ مت کہنا وہ نہیں ہے۔‘‘

’’اپنے دماغ کے تم اسکرو ٹائٹ کرلو جب انگیجمنٹ نہیں ہوئی تو فیانسی کہاں سے آگیا اور یہ میرا کزن تھا جو آل ریڈی انگیج ہے۔نائو لیو می پلیز۔‘‘ ماہ نور کے یہ کہنے پہ عثمان کھا جانے والی نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا جو ماہ نور کو جاتے دیکھ رہی تھی۔عثمان دانت پیس کر بولا۔

’’عقل کی اندھی... خبر تو ٹھیک لایا کرو۔‘‘ اور چلا گیا جب کہ صبا کو اپنی ہتک محسوس ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ماہ نور ابرار صائمہ رضا اور احسن صدیقی کیفے ٹیریا میں ساتھ ساتھ بیٹھے لنچ کررہے تھے۔جب ہی صبا صائمہ سے مخاطب ہوئی۔

’’یار تم کیوں کباب میں ہڈی بنی ہو... ان دونوں کو اکیلے ٹائم گزارنے کرنے دو۔‘‘ ماہ نور کے تو جیسے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

’’جسٹ شٹ یور مائوتھ‘ ‘ ...

’’سچ تو ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے نا۔‘‘ صبا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

’’یو آر سک۔‘‘ ماہ نور کا خون کھولنے لگا۔وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ احسن اس کا کلاس میٹ ہی نہیں بلکہ وہ اسے اپنا بھائی بھی سمجھتی تھی۔

’’میرے سامنے چلائو مت پورے کالج کے سامنے تمہاری پول کھول دوں گی۔‘‘ صبا زبیر چلائی۔ماہ نور آنکھیں پھیلائے اسے دیکھتی رہ گئی۔

’’کتنا لو اسٹینڈرڈ ہے تمہارا۔‘‘کسی کی آواز آئی۔

’’یار صبا تمہاری غلطی ہے۔رومیو جیولیٹ کا رومانس چلنے دیتی ناں۔ویسے بھی جب مجھ سے اسے لفٹ نہ ملی‘ عمر سے نہ ملی‘ تو بیچاری کو گھاس ڈالنے والا صرف احسن ہی ہے نا۔‘‘ ماہ نور کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے جبکہ عثمان کے چہرے پہ شرارت بھری مسکان ابھری۔

’’مجھے ایک بار کہہ دیتی‘ ایک دو ہفتے تم سے فلرٹ ہی کرلیتا۔‘‘ ایک سناٹے دار تھپڑ نے اس کا منہ بند کرگیا۔ماہ نور کی آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھیں۔

’’عثمان... تمہاری بہت چھوٹی سوچ ہے‘ بہت گرے ہوئے گھٹیا انسان ہو تم‘ میں تو اپنی سینڈی کو بھی تمہارے قابل نہیں سمجھتی۔‘‘ ماہ نور ابرار نے اپنی پالتو کتیا کا نام لیتے ہوئے کہا۔عثمان کا غصہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔اس نے آئو دیکھا نہ تائو‘ ماہ نور کا ہاتھ پکڑا اور پوری قوت سے مروڑا اور اسے دیوار کی طرف دھکیلا۔وہ اس وقت اتنا قریب تھا کہ اس کے تیز پرفیوم کی مہک سے ماہ نور کے سر میں درد شروع ہوگیا۔پورے کیفے ٹیریا میں خاموشی چھاگئی۔

’’سمجھتی کیا ہو تم خود کو...؟ دو دن میں یہ ثابت کرکے دکھائوں گا کہ تمہارا اور احسن کا کوئی سین ہے‘ ورنہ...‘‘ عثمان کا پارہ ہائی تھا۔ماہ نور کی کلائی سے خون بہنا شروع ہوگیا۔

’’ورنہ کیا... کیا کرلو گے؟‘‘ ماہ نور بمشکل بول پائی۔

’’ورنہ میں تم سے شادی کرلوں گا۔‘‘ عثمان کی بات پر سارے کیفے میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں مگر ماہ نور کا دماغ سن ہوگیا۔

’’عثمان اس کا ہاتھ چھوڑو۔‘‘ عمر جو کہ عثمان کا کزن تھا۔اونچی اور فکر مند آواز میں بولا مگر اس سے پہلے کہ عثمان اس کا ہاتھ چھوڑتا وہ اس کے اوپر ہی جاگری۔

’’یہ تو بے ہوش ہوگئی۔‘‘ صبا بولی۔مارے خوف کے عثمان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

’’اس کو سک روم لے کر چلو میرے ساتھ۔‘‘

☆☆☆☆☆☆

’’میں نے بابا جان کو بتایا تھا کہ ایک ہک میری کلائی میں چبھ گیا تھا۔‘‘

’’وہ سب چھوڑو اور یہ بتائو کہ اب تو صرف کل کا دن رہ گیا ہے۔تم کیا کروگی‘ آر یا پار خطرہ دونوں طرف ہے۔‘‘ صائمہ نے فکر مند ہوتے ہوئے کہا۔

’’وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا اوقات ہی کیا ہے اس کی۔‘‘

’’اب تو عزت کی بات ہے وہ لازمی کچھ کرے گا۔‘‘ اومائمہ بولی۔

’’دیکھ لیتے ہیں۔‘‘ ماہ نور نے ایک آہ بھر کر کہا۔

’’ویسے اس دن بہت ہی رومنٹک سین ہوا تھا۔ادھر اس نے شادی کا کہا ادھر تم دھڑام سے اس کے اوپر...!‘‘ صائمہ نے ہنسی ضبط کی۔

’’کیا...!‘‘ ماہ نور بے چارگی اور شاک کے عالم میں بولی۔

’’اور نہیں تو کیا... اور تو اور پھر تمہیں سک روم بھی لے کر گیا تھا۔‘‘ ماہ نور پر حیرت کی انتہا ہوگئی۔

’’واٹ دا ہیل... تبھی وہ سب مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔تم سب مرگئی تھیں کیا؟ دوست کو سہارا تک نہ دے سکیں۔‘‘

’’اس نے اتنا موقع ہی نہ دیا بلکہ اس کی شکل بھی دیکھنے والی تھی۔‘‘

☆☆☆☆☆☆

’’یار عثمان کہیں اپنے الفاظ پر شرمندہ تو نہیں ہے۔شاید اسی وجہ سے وہ کالج بھی نہیں آرہا۔‘‘ فہد فکرمندانداز میں صبا سے مخاطب ہوا۔

’’نہیں عمر تو بتارہا تھا کہ وہ آئی ایس ایس بی کے لیے کوہاٹ جاچکا ہے۔ تبھی دو مہینے سے اس کی تیاریاں کررہا تھا۔‘‘

’’عثمان اور آرمی میں۔ہاؤ از اٹ پوسبل...‘‘ عرفان ایک زور دار قہقہہ لگا کر بولا تو پچھلے بینچ پر بیٹھی نور نے ماہ نور کو کہنی مارتے ہوئے کہا۔

’’لگتا ہے... وہ تو شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔‘‘

’’ہاں تبھی تو صاحبہ کی خواہش کے عین مطابق آرمی میں بھی اپلائی کرلیا ہے۔‘‘ نور بھی ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولی۔

’ ’سوچ ماہ نور جب عثمان کیڈٹ کٹ میں یونیفارم میں ملبوس تمہیں آواز دے گا... بیگم میں آفس‘ ‘ ...

’ ’چپ کر جائو یار... ادھر میری سانس رکی جارہی ہے اور تم لوگ فضول کی باتیں کررہی ہو۔“ ماہ نور جھنجلا کر بولی جبکہ وہ ہنس ہنس کے پاگل ہورہی تھیں۔

’ ’یار تو... تو لکی ہے‘ وہ شادی سے پہلے ہی جورو کا غلام بن گیا۔“ اب کی بار رمشا بولی۔

’ ’تم لوگ کتنی بکواس کرتی ہو۔“ ماہ نور جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔اسے ایک اجنبی سا خوف ستانے لگا۔

:ز... ’ ...

’ ’نہیں سر پرسوں جوائن کروں گا‘ پاپا نے کہا آپ سے ملتا جائوں اور نمبر بھی لے لوں آپ کا۔“ حسن آج ابرار ہائوس کے لان میں بیٹھا کیپٹن ارسلان کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔

’ ’ہاں... آپ میرا نمبر نوٹ کرلو۔“ یہ کہہ کر ماہ نور کے بھائی کیپٹن ارسلان نے اپنا نمبر نوٹ کروایا جب حسن عباس کی نظر بوگن ویلیا کی بیل سے بھرے ٹیرس پر پڑی جہاں ایک حسین پری روشن چہرہ لیے جو کہ سورج کی روشنی میں مزید چمک رہا تھا۔اپنے بال خشک کررہی تھی اور ساتھ اپنی بہن سے اٹھکیلیاں

کررہی تھی اور شرارت بھری مسکان سے سجا چہرہ حسن کی نظریں خود سے الگ نہ ہونے دے رہا تھا اور ایک کیوٹ سا ڈمپل بھی اس کشش کا سبب بن رہا تھا۔ بمشکل ارسلان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اس نے دل میں گرہ لگالی' یہ وہی ہے جس کو امی اور پاپا لوگ کہاں کہاں تلاش کررہے تھے۔

''انکل آنٹی کو میرا سلام دیجیے گا۔'' یہ کہتے ہوئے ارسلان نے حسن کو رخصت کیا جب اچانک حسن اور ماہ نور کی نظریں دوبارہ ملیں' حسن آنکھوں ہی آنکھوں میں پیغام دے چکا تھا اور ماہ نور بھی سمجھ کر انجان بن گئی۔

☆☆☆☆☆☆

''چلو اٹھو لائبریری چلیں ورنہ پھر سے عثمان کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' وہ گھاس پر بکھری کتابیں اور نوٹس سمیٹتے ہوئے کہنے لگی اور فوراً لائبریری کی طرف چل پڑی، آنے جانے والے تمام اسٹوڈنٹ اسے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے لائبریری میں سب سے کونے والے شیلف کے پیچھے بڑے شیلف سے بکس دیکھنے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔لائبریری میں صرف وہ اور رمشا تھیں لائبریرین ٹی بریک کے لیے جاچکی تھی وہ رمشا کی منت سماجت کرنے پر انہیں چھوڑ گئیں۔

’’ہیلو۔‘‘ ایک جانی پہچانی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا جب وہ پھر کی کی طرح گھومی تو وہ عثمان تو نہیں لگ رہا تھا البتہ اسی جیسا کوئی تھا اب وہ عثمان نہیں لیفٹیننٹ عثمان تھا۔

’’پہچانا... میں عثمان۔‘‘ اس نے یاد کرایا ماہ نور چونک سی گئی اب نہ وہ ہلکی سی داڑھی نہ گھونسلے جیسے بال نہ وہ لوز جینز اور نہ ہی وہ اوچھا انسان یہ کوئی اور ہی لگ رہا تھا کلین شیو، کیڈٹ کٹ، بلیک ڈریس پینٹ کے ساتھ ڈارک بلیو ڈریس شرٹ میں بہت ڈیسنٹ اور خوب صورت معلوم ہورہا تھا۔

’’جی آپ اتنے عرصے کے بعد۔‘‘ ماہ نور نے کچھ اعتماد سے کہا۔

’’ہاں بس سوچا فرینڈز سے مل آئوں۔‘‘ جواب دیتے ہی وہ رمشا کی طرف متوجہ ہوا۔

’’میں نے اس سے کوئی پرسنل بات کرنی ہے۔‘‘ رمشا نے ماہ نور کی بے چارگی کی طرف بھی نہ دیکھا اور چھو منتر ہوگئی۔

’’مجھ سے کیا پرسنل بات کرنی ہے آپ کو؟‘‘ ماہ نور نے سوالیہ نظروں سے عثمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

’’تم میرے الفاظ مت دہرائو۔‘‘ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو ماہ نور کے دماغ میں الارم بجنے لگا۔

’’مطلب؟ سیدھی بات کریں ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔‘‘

’’یہ نہیں پوچھو گی کہ ان دو سالوں میں میرے ساتھ کیا ہوا میں کہاں تھا کیوں تھا۔‘‘

’’مجھے سب پتا ہے۔‘‘ ماہ نور نے صاف جواب دیا۔

’’تو پھر تمہیں یہ بھی پتا ہونا چاہیے کہ آج میں کیوں آیا ہوں۔‘‘

’’نہیں آپ نے خود ہی بتایا کہ اپنے فرینڈز سے...‘‘ اس کی بات کاٹتے ہوئے عثمان نے کہا۔

’’میں تم سے پیار کرتا ہوں۔‘‘ وہ بے دھڑک بول گیا۔

’’یہ کیا ہے... ہٹیں مجھے جانے دیں۔‘‘ ماہ نور لرز سی گئی، عثمان نے بغیر کسی جھجک کے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

’’یہ وہی بات ہے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔‘‘

’’میرا ہاتھ چھوڑیں۔‘‘ ماہ نور سٹپٹائی۔

’’یار میری پوری بات تو سن لو۔‘‘ عثمان نے اسے روکا۔

’’میں واقعی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

’’اپنے ہوش میں ہو آپ کس سے کیا بات کررہے ہو۔‘‘ ماہ نور نے ہاتھ کھینچ کر کہا۔

’’مجھے اچھی طرح پتا ہے تم ایک بار ہاں تو کروں میں اپنے ماما پاپا کو تمہارا بتا چکا ہوں آج ہم تمہارے گھر آجائیں گے۔‘‘ عثمان نے بچوں کی طرح مچلتے ہوئے کہا۔

’’میری منگنی ہوچکی ہے۔‘‘ ماہ نور نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

’’تم جھوٹ بول رہی ہو، اگر ایسا ہے تو مجھے بھی اس سے ملاؤں میں بھی دیکھوں گا کون ہے وہ۔‘‘ عثمان نے غصے سے کہا۔

’’آپ ہو کون جس کو میں پروف دکھاؤں۔‘‘ ماہ نور غصے سے کہتی ہوئی لائبریری سے باہر آگئی جہاں بہت سے چہروں کو خود کا منتظر پایا۔

...:: ’’...

’’میں سوچ رہی تھی کیوں نہ اگلے ہفتے منگنی کی رسم کردی جائے۔‘‘ مسز عباس کے ان الفاظ پر ماہ نور چونک کر پلٹی اور ایک منٹ ضائع کیے بغیر اپنے کمرے کی طرف بھاگی کہ راستے میں یک دم کسی سے بری طرح ٹکرائی۔

’’آئی ایم سوری... اوہ آپ۔‘‘یک دم وہ بول پڑا جو ارسلان بھائی کے ساتھ گھر دیکھ رہا تھا‘ جبکہ ارسلان بھائی کال اٹینڈ کرنے ٹیرس پر چلے گئے تھے۔

’’آپ تو وہی ہیں نا...‘‘ ایک ہی لمحے میں اس کے ذہن میں نکاح والا قصہ گھومنے لگا۔

’’جی وہی جو کوٹ کے بغیر بہت اچھے لگتے ہیں۔‘‘ حسن نے شرارت بھری مسکان چھپاتے ہوئے کہا۔ماہ نور چونک سی گئی پھر اعتماد سے بولی۔

’’جی یاد آ گئے۔‘‘

’’اب ہمیشہ یاد رکھیے گا ورنہ‘‘ ...

’’چلو حسن۔‘‘ ارسلان کے کہتے ہی ماہ نور دور ہو کر کھڑی ہو گئی اور ان دونوں کے جاتے ہی حسن کے معنی خیز جملے پر مسکرا دی۔

جلد ہی وہ ماہ نور ابرار سے ماہ نور حسن عباس ہو گئی تھی۔منگنی کی رسم کے بعد نکاح کر دیا گیا تھا۔جب رات گئے تھک ہار کر ماہ نور کمرے میں واپس آئی تو فون چیک کیا جس پر چار مسڈ کال اور ایک ٹیکسٹ میسج تھا۔

’’آر یو فری ریپلائی می آئی ایم وِیٹنگ۔‘‘ ماہ نور نے میسج پڑھ کر اسی نمبر پر کال بیک کی تو شائستگی سے ایک مردانہ آواز میں جواب دیا گیا۔

’’جی... کون؟‘‘ ماہ نور نے تصدیق کرنی چاہی۔’’اوہ... اچھا۔‘‘

’’اچھا پھر بھول گئیں‘‘ ...

’’نہیں میں بھولی نہیں‘ ایکچوئیلی فون پر پہلی بار آپ کی آواز سنی ہے نا... اسی لیے۔‘‘ رسمی علیک سلیک کے بعد حسن نے موضوع بدلا۔

’’بائی دی وے‘ ہر شادی شدہ لڑکی کو اپنے شوہر سے بہت امیدیں ہوتی ہیں‘ خاص کر تب جب لو میرج ہو۔ آپ کی کیا‘ ‘‘ ...

’’ہماری تو لو میرج نہیں ہوئی...‘‘ اس نے بات کاٹ کر کہا۔

’’آپ کا مطلب... یو ڈونٹ لو می۔‘‘

’’نو آئی ڈو... لیکن اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں ہر کسی کی لو میرج ہوتی۔‘‘ ماہ نور نے مسکرا کر کہا۔

’’لیکن ہماری شادی جس سچویشن میں ہورہی ہے‘ ہر کسی کی ویسے نہیں ہوتی ناں... ہزاروں مخالفتوں کا مقابلہ کرنا...‘‘ حسن نے لان میں ٹہلتے ہوئے مین ڈور پر نظر ڈالی جہاں کچھ دیر پہلے سنبل اسے طنزیہ نظروں سے دیکھ کر گئی تھی۔

’’مطلب...؟‘‘ ماہ نور نے حیرانی سے پوچھا۔

’’دیکھیں میں آپ کو کسی معاملے میں ناآشنا نہیں رکھنا چاہتا۔ آپ سے شادی میری اپنی مرضی اور ضد تھی اور میرے گھر والوں کی مخالفت... دراصل میرے گھر والوں کو اعتراض آپ لوگوں کی لبرل سوچ اور آزاد لائف اسٹائل سے تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ان کے اعتراض کا سبب بننے کے قابل نہ تھی۔ البتہ آپ کے اخلاق کی وہ تعریف بھی کرتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ

میرے لیے آپ اتنا ضرور تو کروگی کہ خود کو میری فیملی کے رنگ میں ڈھال سکو..." حسن نے مختصر سی تمہید باندھنے کے بعد پورا معاملہ واضح کردیا۔

"جی..." ماہ نور نے بمشکل مسکرا کر کہا۔

"رہی میری بات تو مجھ سے آپ کو کبھی کوئی تکلیف پہنچی تو آپ سے بدلے میں تکلیف لینے کے لیے میں حاضر رہوں گا بغیر چوں چرا۔ آفٹر آل آپ میری چوتھی محبت جو ہیں۔"

"واٹ...؟" ماہ نور پر جیسے حیرت کا ایک اور پہاڑ ٹوٹا۔

"آئی مین... میری پہلی محبت پاکستان... دوسری آرمی' تیسرا میرا ایک کورس میٹ' میرا جگر ہے اور ایٹ لاسٹ فائنل چوتھی آپ..." حسن نے شریر مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔"یو ڈونٹ وری آپ کے بعد کوئی نہیں ہوگا۔"

"جی بالکل یہ سب تو میرا بھی عشق ہے۔" اس نے زور دار قہقہے کے بعد کہا۔

☆☆☆☆☆☆

"یہ کیسی عجیب رسم ہے کہ گھونگھٹ دلہا ہی اٹھائے گا۔مہمان ولیمے کے روز ہی چہرہ دیکھیں گے۔فائدہ کیا ہوا' ہزاروں کا میک اپ کروانے کا۔" رمشاء ماہ

نور اور انوشہ کے پاس آکر سرگوشی کرنے لگی جہاں انوشہ کا گھونگھٹ کھلا اور ماہ نور کا گھونگھٹ بند تھا۔

''کتنے کنزرویٹو لوگ ہیں' تیرے سسرال والے نور۔''

''کنزرویٹو نہیں مذہبی کہتے ہیں۔'' ماہ نور نے کچھ سختی سے کہا تو انوشہ' رمشاء' فائزہ' اومائمہ اور تزیلہ نے شاک کے عالم میں ماہ نور کو دیکھا۔

''یار ذرا گھونگھٹ اٹھا کر چیک کروانا کہیں کوئی اور دلہن تو نہیں اٹھا لائے پارلر سے۔'' اومائمہ نے پوائنٹ مارا تو ساری ہنسنے لگیں۔

''اف میرا تو سانس بند ہورہا ہے۔آپی کی رخصتی بھی مجھ سے پہلے ہوگی۔'' ماہ نور نے گہری سانس بھر کر کہا تو ساری ہنس پڑیں' تبھی تیمور آگئے اور انوشہ کے ساتھ براجمان ہوگئے اور رسموں کے بعد اس کی رخصتی ہوگئی۔اب دہلیز پار کرنے کا نمبر ماہ نور کا تھا جب حسن ماہ نور کے ساتھ بیٹھے اور سرگوشی کرنے کے انداز میں کہنے لگے۔

''یہ ہے... میری تیسری محبت یعنی آپ کا دیور۔''

''السلام علیکم بھابی۔'' وہ بولا۔

''وعلیکم السلام۔'' ماہ نور نے کچھ آہستگی سے کہا۔

''بائی دی وے یہ کورڈ ورڈز میں کیا بات ہورہی تھی۔بھابی کہیں آپ سے یہ میری برائیاں تو نہیں کرتا۔'' وہ بڑی مصنوعی سی خفگی دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''جی کرتے تو ہیں لیکن اتنی لمبی لسٹ ہے کہ بتاتے ہوئے پورا دن گزر جائے گا۔'' ماہ نور نے ہنستے ہوئے کہا تو تینوں ہنس پڑے۔

☆☆☆☆☆☆

میرون اور کوپر کلر کے کنٹراسٹ کا لہنگا اس پر بہت جچ رہا تھا۔وہ لیفٹیننٹ حسن عباس کی شریکِ حیات بن چکی تھی اور حسن کے کمرے میں اسی کی منتظر بیٹھی تھی۔بیڈ خوب صورت تازہ پھولوں سے سجایا گیا تھا اور کمرہ جو کہ کافی وسیع تھا باقی کئی باریک سجاوٹوں سے سجایا گیا تھا۔ماہ نور اپنے کمرے میں بیٹھی گھونگھٹ کی آڑ سے کمرے کی سجاوٹ کا معائنہ کررہی تھی کہ دروازے کی آہٹ سے چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔

حسن کمرے میں آئے اور بڑے پُرسکون انداز میں اپنا بلیک کوٹ اتار کر وارڈروب کے ہینڈل سے لٹکادیا۔پھر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف گئے وہاں سے ایئر فریشنر لے کر کمرے میں دھیمی سی خوشبو کا اسپرے کیا اور پھر ریموٹ سے اے سی کا ٹمپریچر نارمل کیا' ماہ نور ان ساری سرگرمیوں کو بغور دیکھ رہی تھی۔پھر وہ ماہ نور کی دائیں طرف والی سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا اور اس کی دراز سے کچھ نکال

کر بیڈ پر بیٹھ کر ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے گھونگھٹ اٹھایا اور پھر آہستگی سے کہا۔

’’یار اگر تم مسکرائو گی نہیں تو مجھے لگے گا جیسے میں نے کسی اور کی دلہن کا گھونگھٹ اٹھایا ہے جو کہ اب زبردست قسم کے تھپڑ سے میرا گال سجائے گی۔‘‘ حسن نے ہنستے ہوئے کہا تو ماہ نور کھکھلانے لگی۔’’یہ ہوئی ناں بات... اب تم آج کے بعد ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی رہنا... یہ زیادہ اچھا ہوگا اگر اس مسکان کا سبب بھی میں ہی ہوں۔‘‘

’’جی۔‘‘ ...

’’اور یونہی میری جی حضوری بھی کرتی رہنا۔‘‘ حسن بولا۔

’’جی؟‘‘ ماہ نور نے چونک کر نظریں اٹھا کر کہا تو حسن نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تو ماہ نور بھی مسکرادی۔

’’میں نے تمہارا نک نیم رکھا ہے... پتہ ہے کیا...؟ مانو‘ وہ اس لیے کہ تمہاری آنکھیں بہت پیاری ہیں بالکل بلی کی طرح گول گول۔‘‘ ...

’’ویسے آنکھیں تو آپ کی بھی بہت خوب صورت ہیں۔یو نو واٹ... آئی لو ہیزل آئیز...‘‘ یک دم شرمسار ہوکر نظریں جھکالیں‘ حسن مسکرانے لگا پھر اس

نے اس گفٹ باکس میں سے ایک ڈائمنڈ کے پینڈنٹ والا لاکٹ نکالا اور ماہ نور کو آگے بڑھ کر پہنایا۔

''بیوٹی فل یو نو واٹ... آئی ایم سو لکی۔''

''می ٹو...'' ماہ نور نے دل ہی دل میں کہا۔ حسن نے ماہ نور کے نازک سے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور نرمی سے کہنے لگا۔

''آج سے تم ماہ نور ابرار نہیں ماہ نور حسن عباس ہو' حسن عباس کی بیوی اور عباس فیملی کی بہو... آئی ہوپ کہ تم مجھے اور میرے گھر والوں کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوگی اور آج سے ہی تبدیلی کا سفر شروع کردیا ہوگا تم نے... رائٹ۔''

''جی... بالکل اب میں آپ کو لیفٹیننٹ حسن عباس کی بیوی اور عباس فیملی کی بہو بن کر دکھائوں گی۔'' ماہ نور نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''تھینکس میم... اب آپ حکم دیں...'' حسن پیار سے بولا۔

''جی... آرڈر یہ ہے کہ آپ کو پوری زندگی مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کرنا ہے اور محبت تو آپ کرتے ہی ہیں۔'' وہ دونوں مسکرانے لگے۔

...ز: '...

''یہ الارم کس نے لگایا ہے...؟'' ماہ نور چونک کر اٹھی تو حسن بھی کمبل اتارتے ہوئے جمائیاں لیتے ہوئے بولے۔

''میں نے... ایسا کرتے ہیں پہلے میں وضو کرلیتا ہوں پھر تم کرلو... ٹھیک ہے۔''

''آج پہلا دن ہے بہت تھکی ہوئی ہوں' کل سے نماز پڑھنا شروع کریں گے ناں۔'' یہ کہتے ہوئے ماہ نور دوبارہ بستر میں دبک گئی۔

''مجھے پتہ ہے تم نماز پڑھوگی... ظاہر ہے پہلے ہی دن تم میرا غصہ نہیں دیکھنا چاہوگی۔'' حسن نے وارڈروب میں سے کرتا شلوار کا ہینگ شدہ سوٹ نکال کر معنی خیز انداز میں کہا تو ماہ نور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''تو آپ مجھے دھمکا رہے ہیں' '...

''ہاں... کہا جاسکتا ہے۔''

''آپ ناراض ہورہے ہیں مجھ سے؟'' ماہ نور نے عاجزی سے کہا۔

''ماہ نور میں تو ناراض ہوکر راضی ہوجائوں گا مگر اس رب کا کیا کروگی جو ایک بار ناراض ہو تو انسان کی زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔'' ماہ نور بے بسی کے عالم میں بازو باندھ کر بیٹھی تھی۔ حسن نے شریر مسکراہٹ سے دیکھا۔جب ماہ نور وضو کرکے آئی تو اس کے چہرے کے گرد سفید کاٹن کا دوپٹہ لپٹا تھا جو کہ بہت نفیس

اور خوب صورت لگ رہا تھا۔ نماز ادا کرنے کے بعد ماہ نور فوراً بستر پر بھاگی تو حسن نے اسے روکا نہیں بلکہ مسکراتے ہوئے دونوں جائے نمازیں تہہ کرنے لگا اور پھر کمرے کے ایک طرف موجود دروازہ کھولا جو کہ ٹیرس میں کھلتا تھا۔

’’اب آپ کیا کررہے ہیں...‘‘ ماہ نور نے الجھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

’’کچھ نہیں تم سو جائو۔ویسے تو میں نے سوچا تھا کہ دونوں ساتھ میں ٹیرس پر بیٹھ کر چائے پئیں گے‘ بٹ... چلو آرام کرو کافی تھکی ہوئی ہو گی۔‘‘

’’رکیں میں بھی آتی ہوں۔‘‘ ماہ نور آہستگی سے بولتے ہوئے بیڈ سے نیچے اتری اور حسن کے ساتھ ٹیرس پر آ گئی۔

’’ہم دنیا کے پہلے دلہا دلہن ہوں گے جو صبح کے اس پہر ٹیرس پر بیٹھے ہیں۔‘‘ ماہ نور نے اپنے بازوئوں کے گرد شال لپیٹی۔

’’ہاں شاید...!‘‘ حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’آپ کی روز یہی روٹین ہوتی ہے۔‘‘

’’ہاں ویسے میں اس وقت چائے پی کر جاگنگ پر چلا جاتا ہوں مگر آج نہیں جائوں گا ولیمہ جو ہے۔‘‘

''ہاں شکر ہے آپ کو یاد تو آیا کہ آپ کی شادی ہوئی ہے کچھ گھنٹے پہلے۔'' ماہ نور نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو دونوں ہنس پڑے۔

☆☆☆☆☆☆

''یہ کیا ہوا... کیوں ہوگیا...؟'' عثمان اپنا سر پکڑ کر بیٹھا تھا۔جب حسن اس کے پاس آیا اور یہ خبر سن کر حیران رہ گیا۔

''تم نے اسے پرپوز بھی کیا تھا تو وہ کسی اور سے کیسے شادی کرسکتی ہے۔'' حسن واقعی مایوس نظر آرہا تھا۔

''یار میں اس میں انوالو ہوگیا تھا... وہ تو نہیں ناں' پھر یہ تو اس کی اپنی مرضی ہے جس سے چاہے شادی کرے۔'' عثمان نے جیسے خود کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''کیا کوئی لڑکی اتنی بھی سنگ دل ہوسکتی ہے کہ کسی کو ایسے تڑپتا چھوڑ جائے...'' اس کا اس سنگ دل لڑکی کو شوٹ کرنے کا دل چاہا۔

''یار ہمیں ٹاپک چینج کرنا چاہیے۔اب تو وہ کسی کی بیوی ہے اور شادی کو بھی دو ماہ ہوگئے۔'' عثمان اپنی مایوسی چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

''دو ماہ... اور تو مجھے اب بتا رہا ہے۔'' حسن نے حیرت سے کہا۔

’’بس میں تجھے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تیرے ابھی خوش رہنے کے دن ہیں۔ ویسے بھی یہی چند دن ہیں خوش رہنے کے بعد میں آنسوئوں کے علاوہ اور کچھ نہیں...‘‘ عثمان نے حسن کو چھیڑنا چاہا۔

’’تجھے پتہ ہے تو بہت کمینہ ہے۔‘‘ حسن نے بمشکل مسکرا کر کہا۔

’’ویل بھابی کی سنا وہ کیسی ہیں‘ ‘ ...

’’ٹھیک ہیں بالکل‘ ویسے تو ہمارے گھر کب آرہا ہے... اپنی بھابی سے مل لینا۔‘‘

’’ہاں ضرور چکر لگائوں گا۔ چل کیوں نہ‘ کچھ ٹی بریک ہوجائے۔‘‘ عثمان ہلکے پھلکے لہجے میں بولا۔

☆☆☆☆☆☆

’’حسن اٹھ جائیں لیٹ ہورہے ہیں آپ۔‘‘ ماہ نور گھڑی دیکھ کر چونک کر بولی۔

’’اٹھتا ہوں۔‘‘ حسن نے تکیے میں منہ دیتے ہوئے کہا تو ماہ نور نے کمبل کھینچ لیا۔

’’اب جلدی کریں میں ناشتہ لگاتی ہوں۔‘‘ یہ کہہ کر ماہ نور تقریباً بھاگتی ہوئی کچن کی طرف گئی۔ وہ ناشتہ بنا رہی تھی کہ ڈور بیل بجی‘ برتن لے کر دروازے کی طرف گئی۔

’’آج... آدھا کلو فالتو‘ ‘ ...

’’آ... آ... پ...!‘‘ سامنے کھڑا شخص بھی اسی حیرت میں مبتلا تھا‘ جس میں ماہ نور تھی۔

’’ت... ت... تم... یہاں... کیسے؟‘‘ عثمان کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات نے حملہ کیا۔

’’یہ میرا گھر ہے‘ آپ یہاں کیا کررہے ہیں اور مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں... دروازے پر تو آپ آئے ہیں؟‘ ‘

’’تمہارا گھر ہے مطلب...؟‘‘ عثمان کا دل بیٹھ گیا۔

’’ماہ نور... جلدی سے ناشتہ دو یار...‘‘ حسن نے آواز لگائی۔

’’جی ابھی آئی...‘‘ ماہ نور بمشکل بول پائی۔

’’تم آئی مین آپ حسن کی وائف ہیں۔‘‘ عثمان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

’’آپ حسن کو جانتے ہیں...؟‘‘ ماہ نور کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

’’میں پھر کبھی آئوں گا۔‘‘ ابھی ماہ نور اسے جاتے دیکھ ہی رہی تھی کہ حسن آگیا۔

’’عثمان آیا تھا... روکا کیوں نہیں اسے؟‘‘

’’وہ جلدی میں تھے۔‘‘

☆☆☆☆☆☆

’’اے میرے خدایا... یہ تو نے کہاں لاکے کھڑا کردیا‘ کس کشمکش میں ڈال دیا ہے مجھے؟‘‘ عثمان اپنے بازوئوں کو ٹیبل پر ٹکائے سوچ رہا تھا۔

’’کیا وہ واقعی ماہ نور ہی ہے... جس کو میں نے چاہا وہ حسن کی بیوی ہے‘ یہ بات میں نے پہلے کیوں نہیں سوچی کہ حسن جس کو مانو کہتا ہے وہ وہی ہے‘‘...

’’اوئے... حیرت ہے صبح تو میری طرف آیا تھا... ماہ نور بتا رہی تھی...‘‘ حسن نے اسے خیالوں کے سمندر سے باہر کھینچتے ہوئے کہا تو عثمان نے چونک کر اسے دیکھا۔

’’ہاں... بس سوچا تجھے ساتھ لے جاتا ہوں مگر تو تیار بھی نہیں ہوا تھا... تو میں نے ماہ نور... بھابی سے کہا کہ میں لیٹ ہورہا ہوں‘ چلتا ہوں۔‘‘ عثمان بڑی مشکل سے مسکرا کر بولا۔

’’اچھا... چل ٹی منگوا‘ ‘ ...

’’تو بیٹ مین کہاں گیا۔‘‘ عثمان نے کان سے فون لگاتے ہوئے کہا۔

’’میں نے نکال دیا ہے‘ جب گھر میں عورت ہے پکانے کے لیے تو بے ذوق مرد کے ہاتھ کا کھانا کیوں کھاؤں۔‘‘

’’اللہ نے ساری دنیا کی غیرت تجھ میں ہی بھردی ہے...‘‘ عثمان نے فون پر ٹی کا بتانے کے بعد فون رکھتے ہوئے کہا۔

’’بس کیا کروں... اپنی پرائیویسی میں کسی کی بھی دخل اندازی شروع سے اچھی نہیں لگتی اور اب جب شادی ہوئی ہے تو مجھے یہ مناسب نہیں لگتا۔‘‘ عثمان نے حسن پر ایک گہری نظر ڈالی پھر سامنے پڑی فائل اپنی طرف کھینچ لی۔

☆☆☆☆☆☆

’’اے اللہ پلیز پلیز عثمان حسن کو کچھ نہ بتائیں، میری زندگی ختم ہوجائے گی۔‘‘ ماہ نور لائونج کے صوفے پر بیٹھ کر بے چینی سے سوچتی اور ہاتھوں کی پشت سے پسینہ صاف کرنے لگی۔’’اگر اس نے یہ بھی بتادیا کہ میں اور وہ ایک ہی کالج میں تھے تو پھر حسن کا مجھ پر سے یقین ہی اٹھ جائے گا... میں ایسا کروں گی آج حسن گھر آئیں گے تو میں خود ہی انہیں سب کچھ بتا دوں گی... بس میرے اللہ عثمان اس بارے میں کچھ بھی بات نہ کرے۔‘‘

’’کون...؟‘‘ ماہ نور نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔

’’میں... حسن...‘‘ ماہ نور نے دروازہ کھولتے ہوئے ایک گہری سانس بھری تو دیکھا کہ حسن کے ساتھ عثمان کے علاوہ تین نئے چہرے تھے۔عثمان نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں جبکہ باقی چاروں بالکل نارمل تھے۔اندر آکر لائونج میں بیٹھتے ہی حسن نے تینوں دوستوں کا تعارف کروایا۔

’’بھابی ہم نے سوچا اتنا اچھا موسم ہے... تو آپ کے ہاتھ کے پکوڑے ٹرائی کرلیتے ہیں۔‘‘ سلمان نے کہا۔

’’جی کیوں نہیں، میں ابھی بناتی ہوں۔‘‘ ماہ نور نے خود کو نارمل کرنے کی سعی کی۔

’’ویسے بھابی کی کوالیفیکیشن کیا ہے۔‘‘ ماہ نور کی سانس اور قدم دونوں یک دم جم گئے جبکہ عثمان نے بھی حسن کو ایک دم دیکھا۔

’’بی ایس سی اونرز کیا ہے سائیکولوجی میں۔‘‘ حسن نے بتایا۔

’’اچھا پھر بھابی عثمان کا پہلے علاج کرنا... اسے پچھلے کچھ عرصے سے سائیکولوجسٹ یا سائیکاٹرسٹ کی کافی ضرورت ہے۔‘‘ حماد نے عثمان کی طرف طنز بھری نظروں سے دیکھا۔ماہ نور بمشکل مسکراتے ہوئے اندر آگئی پھر وہ سب اپنی ہی باتوں میں مشغول ہوگئے۔جب ماہ نور نے ٹرے سجا کر سامنے رکھی تو حماد کی

نظر اس کی کلائی پر لگے سٹیچز کے نشان پر پڑی' نظر تو وہ سب کو آیا لیکن موضوع حماد نے شروع کیا۔

''یہ کیا ہوا بھابی... کوئی ایکسیڈنٹ وغیرہ تو نہیں کافی گہری چوٹ لگتی ہے۔''

''نہیں دراصل کالج میں ایک سینیئر کی پنش کی زد میں آگئی تھی...'' ماہ نور نے حسن کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔

''اوہ اتنی ظالمانہ پنش۔'' سلمان بولا۔

''غلطی بھی تو آپ کی اپنی تھی ناں۔'' عثمان جو نہیں بولنا چاہ رہا تھا بول گیا تو ہال میں سناٹا چھا گیا۔ حسن نے کپ ہونٹوں سے دور کیا اور ماہ نور کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''وہ دراصل... آپ تو میری جونیئر رہ چکی ہیں ناں... تبھی پہلے بھی مجھے لگ رہا تھا کہ میں آپ کو پہلے کہیں دیکھ چکا ہوں۔ ویسے ہماری بھابی پورے کالج میں پرائوڈی گرل کے نام سے مشہور تھیں تو کافی لوگ ان سے جیلس بھی ہوتے تھے تو یہ واقعہ کافی مشہور ہوا تھا کہ ان سے کسی سنیئر لڑکے نے لوز ٹاک کی تھی تو بھابی کے تھپڑ مارنے پر اس نے ان کا ہاتھ مروڑ دیا تھا۔'' عثمان نے لمبی سی کہانی سنائی تو سارا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا۔ جبکہ حسن بے تاثر ماہ نور کو دیکھ رہا تھا جو

کہ بالکل بے حس و حرکت کھڑی تھی عثمان نے بھی حسن کی نظروں کا تعین کیا تو فوراً بولا۔

''ویسے ایک بات ہے بھابی کریکٹر کے لحاظ سے اتنی اسٹرانگ تھیں کہ جہاں ایک نقاب پوش لڑکی کو دوپٹہ گلے میں ڈالنا پڑتا تھا وہاں بھابی کا سر ہمیشہ دوپٹے سے ڈھکا رہتا اور نظریں ہمیشہ نیچی رہتیں... کسی سے بھی فالتو بات نہ کرتیں...'' عثمان نے بھی جھوٹ کی انتہا کردی تو ماہ نور نے بھی مسکرانے کی کوشش کی کیونکہ اب حسن کی آنکھوں میں ایک فخریہ سی چمک تھی۔

☆☆☆☆☆☆

''نہیں آپی میں نے اس کو دیکھا ہے بات کی ہے' غلط فہمی کیسے ہو سکتی ہے۔''

''یہ تو حیرت کی بات ہے تم لوگ ملے بھی تو کس رشتے سے۔'' انوشہ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

''بس حسن کو کچھ بھی پتہ نہ چل جائے' میری شادی شدہ زندگی میں فل اسٹاپ لگ جائے گا۔''

''تمہیں کس بات کا ڈر ہے۔کیا تم اس کے ساتھ کبھی ڈیٹ پر گئی ہو' اس کی گرل فرینڈ رہ چکی ہو یا نمبر ایکسچینجنگ ہوئی تھی۔''

’’توبہ... ایسے نہ ہوا نہ ہوسکتا تھا۔‘‘

’’پھر اتنی ڈری ہوئی کیوں ہو؟ ڈرنا تو اسے چاہیے کہ اس نے تمہیں پرپوز کیا تھا... اگر یہ اس کے دوست کو پتہ چل گیا تو اس کی دوستی کا کیا حال ہوسکتا ہے۔‘‘

’’لیکن آپ حسن کو نہیں جانتی... جو حال ان کی دوستی کا ہوسکتا ہے اس سے برا ہماری شادی کا ہوسکتا ہے۔ آخر میں بیوی ہوں ان کی۔‘‘ اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

آج تو حسن کا انتظار کچھ زیادہ شدت سے کیا جارہا تھا اور ہر لمحہ ست ہورہا تھا' جیسے ماہ نور کی بے چینی اور انتظار سے لطف لے رہا ہو۔ چھ ماہ کی مدت میں ماہ نور نے کبھی حسن کا اتنی شدت سے انتظار نہیں کیا تھا' آخرکار بیل بجی اور حسن آگئے' کافی تھکے ہوئے لگ رہے تھے۔

’’حسن... وہ... میں...‘‘ ماہ نور سے اب رہا نہیں گیا حسن نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ماہ نور کی ہمت جواب دے گئی۔

’’آپ چینج کرلیں... میں کھانا لگا دیتی ہوں۔‘‘

’’ہاں... پھر ایک کپ چائے کا بھی لوں گا۔ میرا سر پھٹا جارہا ہے۔‘‘ حسن نے کن پٹیوں کو مسلتے ہوئے کہا اور کمرے میں چلا گیا کھانے کے دوران معمول

کی باتیں چلتی رہیں جب ماہ نور کمرے میں چائے لے کر گئی تو حسن کوئی فائل چیک کرنے میں مشغول تھے۔

''آپ کو پتہ ہے آج میری طبیعت خراب ہورہی تھی' تو میں ڈاکٹر کی طرف گئی۔'' ماہ نور نے کپ تھماتے ہوئے کہا تو حسن نے یک دم اس کو دیکھا۔

''کیوں خیریت تھی کیا کہا ڈاکٹر نے؟''

''کچھ خاص نہیں... بس یہی کہ کیپٹن حسن عباس اور مسز حسن عباس مما پاپا بننے والے ہیں۔'' حسن نے فوراً سے فائل بند کی اور اپنے گھٹنوں پر کمبل ڈالتی ماہ نور کو دیکھا۔

''سچی...!'' حسن کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

''مچی...!'' ماہ نور نے بیڈ کی دوسری طرف بیٹھتے ہوئے کہا پھر یک دم جیسے اسے کچھ یاد آگیا اٹھ کر جانے لگی تو حسن جلدی سے دروازے کے سامنے آگئے۔

''اب تم کہاں جارہی ہو...؟''

''برتن دھولوں ناں جلدی سے پھر آتی ہوں۔''

''نہیں اب تم کوئی کام نہیں کروگی... صرف ریسٹ کروگی۔یقیناً ڈاکٹر نے بھی یہی کہا ہوگا۔''

''ان کا کیا ہے... ہر پیشنٹ کو یہی کہتے ہوں گے۔''

’’لیکن تم صرف ریسٹ ہی کروگی۔‘‘

’’اچھا جی... لیکن ابھی تو میں تھوڑا سا کام ختم کرلوں۔‘‘

’’میں ملازم رکھ لیتا ہوں۔‘‘ حسن بھی اب مسکرا رہا تھا آگے بڑھ کر ماہ نور کو سینے سے لگالیا۔

’’تمہیں پتہ نہیں ہے کہ ہمارا رشتہ کتنا مضبوط ہوگیا ہے۔‘‘

’’یعنی اب میں آپ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی۔‘‘ ماہ نور نے دل میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆

اب شاید عثمان کو نہ ہی اس سے کوئی خوف تھا اور نہ ہی ماہ نور کو کوئی ڈر وہ بھی ان کے گھر بے تکلفی سے آنے جانے لگا تھا۔حسن نے ایک دن باتوں باتوں میں کہا۔

’’اگر تم میرا دل ہو تو... عثمان میرا گردا ہے‘ اگر تم میری جان ہو تو عثمان میری روح۔‘‘

ایک روز حسن نے بتایا کہ ان کے کورس کی گیٹ ٹو گیدر ہے‘ اور ماہ نور کو بھی ساتھ چلنا ہے۔ماہ نور نے بہت خوب صورت سلک کی بلیک ساڑی زیب تن کی جبکہ حسن نے بلیک پینٹ کوٹ اور بلیک ہی ٹائی بھی پہنی۔دونوں خوب صورت

لگ رہے تھے۔تیار ہونے کے بعد حسن ماہ نور کے ساتھ شیشے کے پاس کھڑا ہوا اور فخریہ سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

’’بیسٹ کپل آف دی ورلڈ‘‘ ...

’’جی میں نے تو تعریف نہیں کی... آپ اپنے ہی منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں۔‘‘ یہ کہتے ہوئے ماہ نور لائونج کی طرف بھاگی کہ اچانک سے اس کا پائوں ساڑی میں الجھ گیا اور زمین پر گرنے لگی حسن نے فوراً آگے بڑھ کر اسے تھاما اور گرنے سے بچالیا۔جب دونوں کچھ لمحے کے بعد اس حیرت سے نکلے تو حسن چلا کر بولا۔

’’تمہیں کتنی بار کہا ہے‘ سنبھل کر چلا کرو مگر تم بھاگ رہی ہو۔عقل تو بالکل ختم ہوچکی ہے ناں تم میں... مگر تم میری ہر بات ایک کان سے سنتی ہو اور دوسرے سے نکالتی ہو... پتہ نہیں کب تم مجھے دوست نہیں شوہر تسلیم کروگی...‘‘ وہ تلخی سے بولا۔

’’آئی ایم سوری حسن...‘‘ ماہ نور نرمی سے بولی۔

’’نہیں تم میری بات مت سننا... ابھی تک تمہارا بچپن نہیں گیا... تم خود کو ابھی بھی تیرہ چودہ سال کی بچی سمجھتی ہو۔‘‘

’’سب ٹھیک ہے مجھے کچھ نہیں ہوا۔‘‘

’ ’اگر ہو جاتا تو؟‘ ‘

’ ’دوبارہ ایسا نہیں ہو گا... ٹھیک ہے۔“ ماہ نور نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

’ ’تم میری بالکل کیئر نہیں کرتی جن باتوں میں ٹچی ہوں تم وہی کرتی ہو۔“

’ ’حسن اگر مجھ سے تھوڑی سی بے پروائی ہو گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں آپ کی کیئر نہیں کرتی۔“ ماہ نور کی آنکھوں سے آنسو چھلک آئے۔

’ ’یو مین کہ اب میں غصہ کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہوں۔“

’ ’آپ ہر بات کو غلط رنگ دیتے ہیں۔“ ماہ نور بھیگے لہجے میں بولی۔

’ ’اچھا اٹھو اب ہم لیٹ ہو رہے ہیں جلدی کرو...“ حسن نے اٹھتے ہوئے کہا۔

’ ’میری طبیعت خراب ہے... آپ اکیلے چلے جائیں۔“

’ ’کوئی بات نہیں تھوڑی آئوٹنگ ہو جائے گی اچھا فیل کرو گی۔“ حسن نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

’ ’آپ پلیز مجھ پر غصہ مت کیا کریں...“ ماہ نور کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور آنسو جاری تھے۔

’’ماہ نور تم میرے غصے کو نہیں اس کے پیچھے چھپے پیار کو دیکھا کرو۔‘‘ حسن نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا... ماہ نور اب مسکرا رہی تھی۔

...’’...

آج رات کی یہ لڑائی ان کی پہلی لڑائی تھی اس کے بعد جب وہ گیزن کلب آئے جہاں سب پہنچ چکے تھے کچھ کنوارے، کپتان اور کچھ بچوں کے ساتھ وہاں پر بھی سب نے ان دونوں کی تعریف کی۔ جن میں عثمان بھی شامل تھا کھانے کے بعد میوزیکل ایوننگ کا اہتمام بھی کیا گیا ماہ نور کے لیے یہ سب نیا نہیں ہے کیونکہ وہ سب کچھ پہلے بھی اٹینڈ کرتی رہی تھی فرق صرف یہ تھا پہلے وہ آرمی آفیسر کی بیٹی کی حیثیت سے جاتی تھی اب وہ آرمی آفیسر کی بیوی کی حیثیت سے آئی تھی جو کہ اس کا بہت بڑا ارمان تھا خواب تھا۔

’’آج سب سے پہلے میں ہمارے نئے شادی شدہ جوڑے کو ویلکم کرنا چاہتا ہوں پھر ہماری نئی بھابی مسز حسن سے ریکویسٹ ہے کہ اچھا سا گانا حسن کو ڈیڈیکیٹ کریں۔‘‘ عثمان کی اس اناؤسمنٹ پر ماہ نور نے سب کی تالیوں کی گونج سے گھبرا کر حسن کو دیکھا جو کہ اس کے سامنے بیٹھے اب مسکراتے ہوئے منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگا، ماہ نور نے اپنے پسندیدہ گانے کے چند بول سنا دیے۔

تجھ سے شروع ہوئی، تجھ پہ ہی ختم ہو

دنیا میری دنیا دنیا میری
یہ بات دل میں تھی نینوں نے بول دی
میں تیری، میں ہوں تیری
تجھ کو ہی یاد کرکے آہیں بھروں میں
مل کے مل نہ پائوں اب کیا کروں میں
تیرے مست مست دو نین میرے دل کا لے گئے چین

اس پر بہت تالیاں بھی بجیں اور ہوٹنگ بھی ہوئی اس کے بعد ایک گیم ہوئی جس میں حسن پر ڈیئر آگیا۔

''تم نے ایسا کرنا ہے یہاں بیٹھی تمام بھابیوں میں سے کسی ایک بھابی کو جو کہ سب سے پیاری لگ رہی ہوں ان کو یہ چاکلیٹ دینی ہے۔'' لیفٹیننٹ کامران نے حسن کو ڈیئر دیا۔

''لیکن وہ بھابی آپ کی اپنی ہی ہونی چاہیے نہ کہ کسی اور کی۔'' حسن کو دھمکانے والے انداز میں سلمان نے ہنس کر کہا سب ہنسنے لگے حسن نے اتنی دیر نہیں لگائی بلکہ فوراً جاکر چاکلیٹ تہمینہ یعنی مسز سلمان کو دے دی جو کہ اسکارف میں تھی لیکن بہت نفیس لگ رہی تھیں۔

’’اچھا چلیں چھوڑیں نا، کہیں آئسکریم کھانے چلتے ہیں۔‘‘

’’مجھے نیند آرہی ہے۔سیدھا گھر چلیں گے۔‘‘ حسن نے سپاٹ لہجے میں کہا تو ماہ نور ہونٹ بھینچے رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

گھر آکر یہی خاموشی رہی... ماہ نور کپڑے لے کر ڈریسنگ روم کی طرف گئی۔جب باہر آئی تو حسن بیڈروم میں نہیں تھا۔ماہ نور نے سوچا شاید واش روم میں ہوں کافی دیر انتظار کے بعد پتہ چلا کہ حسن واش روم میں تو کیا گھر میں ہی نہیں ہیں۔ مارے خوف کے ماہ نور نے حسن کو فون کیا' اب باہر بارش بھی تیز ہوچکی تھی۔ گرج چمک کے ساتھ' حسن فون نہیں اٹھا رہا تھا۔مسلسل بیل جارہی تھی مگر دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہورہا تھا۔ماہ نور انتہائی خوف کے عالم میں تھی اتنے خوف ناک موسم میں حسن اسے اکیلے چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ دو گھنٹے مسلسل گمشدگی کے بعد آخر نمبر مل گیا۔

’’حسن آپ کہاں ہیں؟‘‘

’’میں بس آرہا ہوں۔‘‘

’’آپ کہاں چلے گئے ہیں مجھے اس طرح چھوڑ کر...‘‘ اب ماہ نور رونے لگی۔

’’اچھا پلیز تم رومت میں پہنچ رہا ہوں ناں۔‘‘

''آپ جلدی آجائیں میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔''

''دو منٹ رک جائو میں بس پہنچ گیا ہوں۔'' حسن اب بچوں کی طرح اسے بہلا رہا تھا۔پانچ منٹ بعد ڈور بیل بجی تو ماہ نور تقریباً بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف گئی وہ اس کے سینے سے لگنے ہی والی تھی کہ جھٹکے سے پیچھے ہوئی وہاں عثمان کھڑا تھا۔جو اس کی بے چینی اور گھبراہٹ کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

''کیا ہوا بھابی...؟''

''حسن کہاں ہیں... وہ آپ کی طرف گئے تھے کیا...؟'' ماہ نور نے الٹا اس سے سوال کردیا۔

''کیوں وہ گھر پر نہیں ہے... اس وقت کہاں چلا گیا ہے وہ۔''

''میں نے ان کو فون کیا تھا کہہ رہے تھے ابھی پہنچ رہا ہوں' اتنا ٹائم تو ہوگیا ہے وہ ابھی تک نہیں آئے...'' ماہ نور نے مشکل سے اپنے آنسو روکتے ہوئے کہا۔

''آپ پریشان نہ ہوں... میں دیکھ لیتا ہوں۔'' عثمان نے اس کو حوصلہ دینے کی کوشش کی اور پھر بارش سے بچتا ہوا گاڑی میں جاکر بیٹھ گیا۔

عثمان کو گئے ہوئے پندرہ منٹ گزرے تھے کہ پھر سے ڈور بیل بجی۔ماہ نور کا تو برا حال تھا پھر بھاگتی ہوئی گئی تو اب واقعی حسن ہی تھے۔ماہ نور پہلے اس کے سینے سے لگ کر بہت روئی پھر جھٹکے سے پیچھے ہٹ کر بولی۔

' 'یہ طریقہ ہوتا ہے سبق سکھانے کا' آپ مجھے کیوں ہمیشہ آزماتے ہیں۔ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں کیسے مر سکتی ہوں؟' '

' 'کیا ہوا ہے ماہ نور... میں ایک ضروری کام سے چلا گیا تھا۔اب تمہارے سامنے کھڑا ہوں بالکل صحیح سالم' ' ...

' 'لیکن بتا کر تو جاسکتے تھے ناں میں نے' ' ...

' 'میں تو یہ لینے گیا تھا۔" ماہ نور شکایت بھی پوری نہ کرسکی کہ حسن نے ایک شاپر آگے کرتے ہوئے اس کا منہ بند کردیا۔اس شاپر میں آئسکریم نہیں بلکہ حسن کا پیار تھا جو وہ ہر لمحے اس پر ظاہر کرنا چاہتے تھے۔

' 'تو مجھے آپ بتا تو دیتے۔"

' 'آئی ایم سو سوری۔" حسن نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔"وہ اسلام آباد سے ٹیوٹی فروٹی فلیور نہ ملا تو مجھے پنڈی جانا پڑا۔"

' 'چلو اب چھوڑو ناں... ہم آئسکریم انجوائے کرتے ہیں۔"

☆☆☆☆☆☆

انوشہ اور تیمور آج ان سے ملنے سیدھے لاہور سے اسلام آباد آئے تھے۔ساتھ میں عبداللہ بھی تھا بالکل تیمور پر گیا تھا اور حسن کو بہت اچھا لگتا تھا۔چائے سرو کرتے ہوئے ماہ نور کی طبیعت خراب ہوگئی۔خدا کا شکر ہے کہ انوشہ اور تیمور نے بات کو زیادہ بگڑنے نہ دیا اور فوری طور پر ہسپتال پہنچادیا اور حسن کو بھی انفارم کردیا۔ڈاکٹرز نے گھر والوں کو اس بات سے آگاہ رکھنا ضروری سمجھا کہ دونوں جانوں کو خطرہ ہے کسی ایک کو بچانا ممکن ہے۔سنبل نے ایک دم کہا۔

’’ہمیں ہمارا بھتیجا بھتیجی چاہیے۔‘‘سب اس کی اس بات پر چونک گئے۔

’’ماہ نور کو ہی بچائیں۔‘‘ حسن نے ایک زہریلی نگاہ سنبل پر ڈالی‘ ابرار فیملی بھی آگئی تھی۔حسن کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں لیکن وہ سارا وقت کہاں تھا یہ صرف عثمان جانتا تھا‘کیونکہ عثمان جب اس سے ملنے ہسپتال آیا تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ڈھونڈنے پر دیکھا کہ حسن یونیفام میں ملبوس ایک پرائیویٹ روم میں جائے نماز پر بیٹھا ہچکیوں کے ساتھ رو رہا ہے اور اللہ کے حضور ماہ نور کی زندگی کی دعا مانگ رہا ہے۔

’’اے اللہ تو میرے حصے کی خوشیاں اور زندگی بھی ماہ نور کے نصیب میں لکھ دے...‘‘ حسن کی دعا پر عثمان ششدر رہ گیا۔عثمان کو دیکھتے ہی حسن نے آنسو پونچھے اور بمشکل مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اوراس کے ساتھ آپریشن تھیٹر کی

طرف آگیا۔عثمان کو دل ہی دل میں یہ بات عجیب سی کشمکش کی طرف لے گئی۔ اللہ نے ماہ نور ابرار کو اس کے نصیب میں کیوں نہ لکھا اس کا جواب وہ اب سے کچھ دیر پہلے بخوبی سمجھ چکا تھا۔

''ابھی مسز حسن عباس کو ہوش نہیں آیا' فی الحال ہم ان کو وارڈ میں شفٹ کررہے ہیں۔آدھے گھنٹے کے بعد آپ ان سے مل سکتے ہیں۔'' ڈاکٹرز نے باہر آتے ہی اطلاع دی تو سنبل ڈاکٹر کی طرف لپکتی ہوئی بولی۔

''اس کو چھوڑیں... ہمارا بھتیجا کہاں ہے؟''

''معاف کیجیے گا... مگر ہمارے بس میں صرف ایک ہی جان کو بچانا تھا۔''

''مطلب کہ آپ نے اس کی خاطر ہمارے بھتیجے کو موت کے گھاٹ اتار دیا''...

''سنبل خدا کا شکر کرو ماہ نور کو کچھ نہیں ہوا ورنہ...'' مسز عباس نے حسن کے چہرے کے تاثرات پڑھتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''ورنہ کیا... ایسی...'' سنبل مزید کچھ بولنا چاہتی تھی۔

''میرے خیال میں امی آپ لوگ اس کو لے کر گھر چلے جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔'' حسن کے بڑے بھائی ذیشان نے سنبل کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔جو کہ انتہا درجے کی بدلحاظ لڑکی ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

''امی جان... حسن کہاں ہیں۔'' ماہ نور کا رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔ اپنی ساس سے حسن کا پوچھنے لگی۔

''پتہ نہیں بیٹا۔ تم فی الحال آرام کرو... وہ آتا ہی ہوگا۔'' مسز عباس کے بھی آنسو جاری تھے۔

''پلیز انہیں بھیجیں ناں... میرے دل کو کچھ ہو جائے گا۔'' ماہ نور نے اس بار اپنی ماں کا ہاتھ تھامتے ہوئے بچوں کی طرح ضد کی تو انہوں نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

''میری جان... تم آرام کرو... وہ شاید آفس تک گئے ہوں... آجائیں گے اور تم رو مت' طبیعت خراب ہو جائے گی۔'' لاریب نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''حسن یقیناً مجھ سے ناراض ہیں۔'' ماہ نور نے زور سے اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے دل میں سوچا۔

''پلیز آپ لوگ ایک ایک کرکے پیشنٹ سے ملیں۔'' نرس نے جلدی سے اندر آکر کہا تو سب باری باری ماہ نور کو پیار کرکے باہر چلے گئے صرف لاریب ہی اس کے پاس رہی۔

''بھابی آپ تو دیکھ لیں وہ کہاں ہیں... ابھی تک کیوں نہیں آئے۔'' ماہ نور کو اندر ہی اندر ایک بے چینی کھائے جارہی تھی کچھ دیر بعد دوبارہ بولی۔

''ٹھہرو میں دیکھ کر آتی ہوں۔'' لاریب یہ کہہ کر چلی گئی لیکن سامنے سے آتے حسن کو دیکھ کر خود ویٹنگ ایریا میں جاکر بیٹھ گئی۔ حسن اندر داخل ہوا تو ماہ نور کی نگاہیں دروازے پر ہی تھیں' اسے دیکھ کر بمشکل ایک مسکراہٹ چہرے پر لائی۔

''حسن آپ... آپ کہاں تھے؟'' ماہ نور نے آہستگی سے کہا تو حسن خاموشی سے اس کے پاس پڑے اسٹول پر بیٹھ گیا اور اس کا نازک سا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

''آپ مجھ سے ناراض ہیں؟''

''میں کیوں ناراض ہوں گا؟''

''آپ کو مجھ سے ناراض ہونا بھی چاہیے یہ سب کچھ صرف میری ہی بے پروائی سے تو ہوا...'' ماہ نور کے آنسو ٹپ ٹپ بہہ رہے تھے۔

''کیا مطلب ہے تمہاری بے پروائی سے... یہ سب اللہ کے کام ہیں اس میں تمہاری میری بے پروائی یا ذمہ داری کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔''

''تو پھر آپ اتنی دیر سے کیوں آئے...؟''

''یار تم تو منٹ کی دوری برداشت نہیں کرسکتیں اللہ جانے آگے کیا ہوگا۔ تم ایک آرمی آفیسر کی بیوی ہو اور تمہیں پتہ ہے آرمی آفیسر کی بیوی اپنے شوہر سے ایک رینک آگے ہوتی ہے۔یعنی کہ تم میجر ہو تو پھر خوف کس بات کا...''

حسن نے اس کو موضوع سے ہٹانے کی کوشش کی تو وہ ایک بار بہت گہری نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی' حسن اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

اس حادثے کو گزرے سال ہوگیا تھا ان کی اسلام آباد سے ایبٹ آباد پوسٹنگ ہوچکی تھی ایک خوب صورت شام میں حسن اور ماہ نور ٹیرس پر بیٹھے چائے پی رہے تھے اور لان کی خوب صورت سر سبز گھاس پر بارش کا پانی پڑ رہا تھا اور ہلکی سی چھینٹیں ان کے چہرے پر پڑ رہی تھیں اور دونوں اس سے بے حد لطف اندوز ہورہے تھے ماہ نور اس منظر سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی۔

''حسن... آپ کو شروع سے ہی بارش سے اتنا لگائو ہے یا کبھی کبھی ہوجاتا ہے۔''

''نہیں مجھے تو واقعی ایسی خوش گوار ٹھنڈی شام بے حد پسند ہے کیونکہ اس سے انسان خود کو قدرت کے بہت قریب محسوس کرتا ہے۔''

''لیکن یہ کچھ ہی دیر کا مزہ ہے بعد میں اس میں دم گھٹنے لگتا ہے۔''

''ہاں دم ان کا گھٹتا ہے جن لوگوں میں مستقل مزاجی نہیں ہوتی۔''

''حسن پتہ ہے کل عبداللہ کی برتھ ڈے ہے... ہم لوگ چلیں گے ناں۔''

''ہاں تم نے بتایا بھی تھا... میں بھول گیا۔''

''پھر ہم چلیں گے ناں۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔'' حسن نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تو ماہ نور خوش ہوگئی۔

☆☆☆☆☆☆

برتھ ڈے سے واپسی پر حسن نے اسلام آباد جانے کا پروگرام بنایا تاکہ اپنے گھر والوں سے مل آئے، گھر پر کھانے کے بعد جب ماہ نور اوپر اپنے کمرے میں تھی تو نیچے ہال کی کچھ آوازیں اس کے کانوں میں پڑیں۔

''بیٹا اب یہ تیسرا سال ہونے کو ہے تمہاری شادی کو... میرے خیال میں ضرور کوئی مسئلہ ہے نہ تم ہماری طرف اپنی بیوی کو رہنے دیتے ہو نہ خود آتے ہو کیا تم یہ قربانیاں اس لیے دے رہے ہو تاکہ سنبل اور ماہ نور ایک دوسرے سے دور رہیں یا پھر ماہ نور کا ہی دل نہیں ہے ہماری طرف رہنے کو۔''

''مما آپ کیسی باتیں کررہی ہیں آج کل میں بہت زیادہ مصروف رہتا ہوں اور ماہ نور بھی ٹیچنگ کرتی ہے۔''

''اچھا حسن بیوی کے لیے اتنی آزادی اور جب آج سے چھ سال پہلے میں نے بینک میں جاب کرنے کا پوچھا تھا تو تم نے اور بھائی نے کتنا شور مچایا تھا۔''

''سنبل... وہ ایک یونیورسٹی میں پڑھاتی ہے اور شریف گھروں کی بہنیں بیٹیاں بینکس میں جاب نہیں کرتیں اور میں ماہ نور کو اس چیز کی بھی اجازت نہ دیتا اگر وہ مینٹلی طور پر ڈسٹرب نہ رہنے لگتی۔''

''سچ بولوں حسن تو، تم نے اس کو بہت ہی زیادہ سر پر چڑھا لیا ہے یہ بالکل بھی جائز بات نہیں کر بیوی کی اس طرح آزادیاں برداشت کرو اور دوسری طرف بہن پر اتنی پابندیاں۔''

''ہاں تو تم بھی ٹیچنگ کرلو ناں منع کون کرتا ہے، مگر بینک والا قصہ ہی الگ ہے۔''

''ہاں ظاہر ہے اس کی بھی مجھے تب ہی اجازت ملے گی جب مسز ماہ نور پہلے جاب کریں گی۔''

''یار سنبل تم ہر بات میں اس کو کیوں گھسیٹتی ہو۔''

''ہاں ویسے وہ ٹیچنگ کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی ہے۔ایک تمہیں پاپا مجھے پھوپو اور ماما بابا کو دادا دادی بننے کی خوشی ایک بار بھی نہ دے سکی تو اس سے اور امید بھی کیا کی جاسکتی ہے۔''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

’’سنبل ایک بات بتاؤں... تمہیں طلاق بھی تمہاری انہی باتوں پر ہوئی ہے۔‘‘ یہ کہہ کر حسن جھٹ سے اٹھا اور بولا۔

’’بس امی ہم چلتے ہیں۔‘‘

’’اچھا تو اب میں سمجھی کہ آپ سب ہمیشہ سے ہی مجھے کم ترکیوں سمجھتے تھے آخرکار بیوہ اور طلاق یافتہ بہنوں کا یہی مستقبل ہوتا ہے اپنی سو کالڈ بھابیوں کی وجہ سے۔‘‘

’’ماہ نور... ماہ نور جلدی کرو... ہم جارہے ہیں۔‘‘ حسن چلا کر بولا تو ماہ نور تقریباً بھاگتی ہوئی سیڑھیوں سے نیچے آئی۔

’’یار حسن بیٹھو آرام سے اس کی باتیں مت سنو... پتا نہیں کس مٹی سے بنی ہو تم سنبل کسی کے جذبات کسی کے دکھ کا تمہیں کوئی لحاظ بھی نہیں ہوتا۔‘‘

ذیشان نے حسن کو زبردستی بازو سے پکڑ کر بٹھانے کی کوشش کی مگر حسن نہ مانا، ماہ نور سر جھائے چادر لیے ایک ہاتھ میں ہینڈ بیگ پکڑے ساس سے آگے بڑھ کر ملی اپنی جیٹھانی یعنی رابعہ سے مل کر ذیشان کے سامنے سر نیچے کیا۔اس نے بھی بے بسی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔حسن تیز قدموں سے باہر جاچکا تھا ماہ نور آہستگی سے ہال سے نکلتے ہوئے ایک بار پھر پیچھے مڑی، سب کے چہروں پر پریشانی تھی سر جھکائے واپس گاڑی کی طرف چلی گئی۔

''ہم کہاں جارہے ہیں...؟'' ماہ نور نے ایک طویل خاموشی کے بعد حسن سے پوچھا۔

''عثمان کی طرف...'' حسن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''حسن آپ سنبل کی باتوں کا برا مت مانا کریں۔وہ بہتآؤٹ اسپوکن ہے۔ پھر ہم بات کو کیوں بڑھائیں۔''

''ایسے لوگوں کو آؤٹ اسپوکن تمہاری ڈکشنری میں کہا جاتا ہوگا' میں ایسے لوگوں کو بددماغ اور بدتمیز کہتا ہوں۔''

''اچھا اب رہنے بھی دیں۔آپ نے بھی حساب برابر کردیا ناں پھر غصہ کس بات کا۔''

''ہر بات برداشت کی جاسکتی ہے مگر' ' ...

''مگر میری بے اولادی والی نہیں... ہیں ناں۔'' ماہ نور نے اپنی دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی سے کھیلتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''نہیں... اس کو بے اولادی نہیں کہتے۔'' حسن نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں حسن یہ فیکٹ ہے اور ہمیں بھی اس کو ایکسیپٹ کرلینا چاہیے۔''

''تم کیوں مایوسی والی باتیں سوچ رہی ہو۔''

''حسن میں مایوس نہیں ہوئی تھی لیکن اب ہو گئی ہوں' کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ مایوس ہو گئے ہیں۔''

''تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں تم سے' ' ...

''کسی کے کہنے کی ضرورت ہے ہی نہیں۔ میں سب سمجھتی ہوں۔ اگر مایوس نہ ہوتے تو سنبل کی اس بات پر اتنے ہائپر نہ ہوتے۔ اس حادثے کے بعد اتنے کم گو نہ ہوتے' عبداللہ سے آپ کا لگاؤ ختم نہ ہو جاتا۔ سمیرہ (تیمور کی بہن) کا ہمارے بچوں کا پوچھنے پر خاموشی سے سر نہ جھکا لیتے۔'' ماہ نور کی آواز بھرائی اور آنکھوں سے آنسو برسنے کو بے تاب ہونے لگے تھے لیکن حسن شاکڈ سا اس کی ہر بات غور سے سن رہا تھا۔

''ماہ نور' یہ کب سے تمہارے اندر لاوا پک رہا تھا۔'' حسن نے شریر مسکان کے ساتھ اس کو روتے دیکھا۔

''تو کیا میں کچھ غلط کہہ رہی ہوں۔''

''جی میم... آپ کچھ بھی نہیں بلکہ سب کچھ غلط کہہ رہی ہیں۔'' ماہ نور نے آنکھوں سے بہتے آنسوئوں کے ساتھ اسے دیکھا لیکن اب وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

''ہاں... ہم تیری ہی طرف آرہے ہیں۔ کھانا تیار کروالے۔''

''ٹھیک ہے پھر... ہم پندرہ بیس منٹ تک پہنچ رہے ہیں۔''

''کس کا فون تھا...؟''

''عثمان کا تھا'' ...

''انہوں نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی...؟''

''الله الله کرکے تو اس نے منگنی کی ہے اور شادی کا فی الحال کوئی امکان نہیں۔''

''حسن...'' ماہ نور نے ایک بار پھر حسن کو اپنی جانب متوجہ کیا تو اس نے بھی مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی تھی ناں'' ...

''تم ایسی باتیں کیوں سوچتی ہو... اگر الله ہمیں پوری زندگی بھی اس خوشی سے محروم رکھے تو اس کی عطا کی گئی اور بھی کافی وجوہات ہیں ڈھیر ساری خوشیاں اور امیدیں ہیں جینے کے لیے۔'' حسن کا لہجہ واقعی پُرامید تھا۔

ماہ نور آنکھوں سے ٹپکتے آنسوئوں اور ایک پُرامید مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگی اور پھر حسن کے شانے پر سر رکھ کر کہنے لگی۔

''آپ ہی تو میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی' سب سے بڑی امید اور اہم وجہ ہیں۔'' حسن بھی مسکرادیا۔

☆☆☆☆☆☆

’’ہاں میری بھی منگلہ پوسٹنگ ہوگئی ہے۔میں تو خوش تھا یہاں پر ہی۔‘‘
عثمان اب ان کے کمرے میں بیٹھا تھا جو کہ حسن نے ابھی ابھی بک کروایا تھا۔
ویٹر کچھ دیر پہلے کافی کا آرڈر لے کر گیا تھا۔

’’یار آرڈیننس والوں کے یہی تو مزے ہیں۔سوفٹ سوفٹ سارے کام ان کے حوالے ہوتے ہیں۔آلو‘ پیاز‘ ٹماٹر وغیرہ۔‘‘ حسن نے پائوں سے جوتے اتارتے ہوئے طنز مارا اور مسکرانے لگا۔

’’او ہیلو... جس کو آپ پیاز‘ ٹماٹر کہہ رہے ہیں‘ یہ سب بھی کافی ذمے داری والا کام ہوتا ہے۔‘‘

’’بہرحال آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ آرٹرلی والوں کی جتنی ٹف لائف ہے اتنی کسی چوبیس گھنٹے کام کرنے والے مزدور کی بھی نہیں ہوتی ہوگی۔‘‘

’’ہاں... وہ تو میں دیکھتا ہی رہتا تھا تجھے تو جو آٹھ بجے اٹھ کر آرام آرام سے آفس کے لیے تیار ہوتا تھا اور ایک بجے گھر بھاگنے کی کرتا تھا۔‘‘ عثمان نے بھی حساب پورا کرنا فرض سمجھا۔

''اچھا مجھے بھی پتہ ہے جو آپ کی ٹف زندگیاں ہیں اور جتنے پابند ہیں آپ لوگ وقت کے...'' ماہ نور نے ہنستے ہوئے ویٹر سے ٹرے لی اور ان دونوں کی طرف نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے تمہارے اپنے والد حضور بھی تو بلوچ ریجمنٹ کے تھے' ان کی بھی کافی آرام دہ زندگی تھی ناں۔''

''جی نہیں حسن... بابا جب ایکسرسائز کے لیے جاتے تھے تو ہماری کیسی کنڈیشن ہوتی تھی' وہ آپ ہم سے پوچھیں۔''

''ہاں ویسے بلوچ ریجمنٹ والے کیا سارے ہی آرمی والوں کی چاہے وہ آفیسرز ہوں یا جے سی اوز لائف ٹف ہوتی ہے۔''

''اور ماہ نور جب میں وارزون میں چلا گیا تو تب' تب تمہارا کیا حال ہوگا۔'' حسن نے کافی کا کپ پکڑتے ہوئے کہا۔

''اللہ نہ کرے حسن... اس بات کا امکان بھی نہیں ہے۔''

''نہیں امکان تو نہیں ویسے... لیکن یہ پی' ایم' اے میں ٹاپ ٹین کی لسٹ میں آیا تھا اور اس بے وقوف نے آرٹلری کا سلیکشن کرکے پورے پلاٹون کو حیران کردیا تھا بھابی۔'' عثمان نے کپ اٹھاتے ہوئے ماہ نور کو ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا تو ماہ نور نے حیرت سے حسن کو دیکھا۔

’’اچھا... تو یہ ٹاپ ٹن... یعنی آپ والنیئٹر تھے رائٹ۔‘‘

’’خود کو خطرے کے لیے یعنی سیاچن وغیرہ کے لیے پیش کرے وہ والنیئٹر ہو گا۔میں نے تو ایک پیٹریو اوٹک (محب وطن) ہونے کے حوالے سے اس پُرجوش کور کا انتخاب کیا تھا لیکن شکر ہے کہ ابھی تک کسی ایسے خطرناک کام کا کوئی امکان نہیں۔‘‘ اب وہ تینوں ہنستے ہوئے کافی پی رہے تھے کچھ دیر بعد عثمان بھی چلا گیا۔

’’شکر ہے کہ آپ کا موڈ ٹھیک ہوا۔‘‘

’’یار عثمان کی موجودگی میں بھلا میرا موڈ خراب رہ سکتا ہے۔‘‘

...:ز ’’...

’’نہیں امی... ہم عبداللہ کی برتھ ڈے کے بعد سے یہیں اسلام آباد میں تھے۔پھر آپ کی طرف نہ آسکے پھر واپس ایبٹ آباد چلے گئے۔‘‘ ماہ نور لاریب اور مسز ابرار کو بتا رہی تھی۔

’’اچھا اچھا... تمہارے سسرال میں خیریت ہے۔‘‘

’’جی امی... بس ابوجی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔‘‘

’’اور سنائو... حسن کی پیکنگ کمپلیٹ ہوگئی۔‘‘ ارسلان اپنے یونیفارم کی کیپ سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''کس چیز کے لیے...؟'' ماہ نور نے ہنستے ہوئے پوچھا حسن بوکھلا کر ارسلان کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

''یار یہ وارزون پر جو''!...

''سر... آئیں ذرا باہر... مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' حسن یک دم کھڑا ہوکر ارسلان سے بولا۔

''ایک منٹ... پیکنگ وارزون... حسن... یہ کیا ہے... حسن آپ لوگ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش نہ کریں... مجھے بتائیں ناں... آپ سچ میں وارزون جانے کی تیاری کررہے ہیں۔'' ماہ نور شاکڈ سی جلدی جلدی بول رہی تھی۔

''ہاں لیکن یہ سب میں ابھی کسی کو نہیں بتانا چاہ رہا تھا... تم اور امی دونوں وہی ہو۔''

''تو آپ ہمیں بغیر بتائے جارہے تھے۔''

''نہیں ابھی کل اور پرسوں کا دن ہے' فرائیڈے کو جانا ہے۔'' ماہ نور پُرسکون مزاج سے بولتے حسن کو دیکھنے لگی۔

''پھر تو تھوڑا ٹائم ہے بیٹا تم لوگ پیکنگ کمپلیٹ کرلو... ورنہ بعد میں پرابلم ہوگی۔''

''جی آنٹی ہم ابھی نکل رہے ہیں... کافی کام بھی پینڈنگ پڑے ہیں۔''

☆☆☆☆☆☆

''ماہ نور تم نے اس طرح رونا شروع کر دیا ہے جیسے میرے جانے کی نہیں شہید ہونے کی اطلاع سن'' ...

''حسن... پلیز... خدا کے لیے... ایسی باتیں مت کریں۔'' ماہ نور جو کہ گھٹنوں میں منہ دیئے رو رہی تھی یک دم عاجزی سے بولی۔

''تو پھر... یہ تمہیں رونا کیوں آرہا ہے؟'' حسن نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔

''حسن... آپ تو چلے جائیں گے اور وہاں اپنی بہادری ودلیری کے خوب مظاہرے کریں گے... لیکن یہاں میری جان سولی پہ لٹکی رہے گی جب تک آپ یوں ہی ہنستے مسکراتے واپس نہیں آجائیں گے اور تب تک میں نہ جانے کتنی باتیں رو لوں گی۔'' ماہ نور نے اپنے ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں پونچھنے کی ناکام کوشش کی۔

''اچھا تو یہ ہے ساری بات دراصل... میم یہ باتیں تو آپ کو ایک آرمی آفیسر سے شادی کرنے سے پہلے سوچنی چاہیئے تھیں ناں... اب کیا پچھتائے ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت۔''

''میں پچھتا نہیں رہی بلکہ فکر کر رہی ہوں۔''

’’بہرحال اگر تم مجھے یوں روتے ہوئے رخصت کروگی تو میں ضرور پچھتائوں گا۔‘‘

’’اوہ پلیز حسن... آپ میری فیلنگز کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کررہے ناں۔‘‘

’’کم آن ماہ نور... میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ موت کے ڈر سے انسان سانس لینا چھوڑ دے کہیں یہ اس وقت ختم ہی نہ ہوجائے... موت تو برحق ہے یہ چار دیواری کے اندر بھی آسکتی ہے اور باہر بھی' پھر ڈرنے کا فائدہ... کام وہی اچھا جس میں فائدہ ہو لیکن نقصان نہ ہو... پھر...‘‘ حسن نے اپنے ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھرلیا تو وہ ٹپ ٹپ بہتے آنسوئوں کے ساتھ اس کی چمکتی آنکھوں کو دیکھنے لگی۔

’’میں جانتی ہوں... مگر اس وقت کا تصور بھی مجھے خوف زدہ کردیتا ہے کہ آپ کے بغیر...‘‘ حسن نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

...:: ’...

’’بھابی تقریباً مہینہ ہوگیا ہے... لیکن لگتا ہے صدیاں گزر گئیں ہیں۔‘‘ ماہ نور تہمینہ کو بتارہی تھی جو اپنے دونوں بیٹوں اور سلمان کے ہمراہ ماہ نور کی خبر گیری کے لیے آئی تھی۔

’’ہاں... جب یہ بھی سیاچن گئے تھے تو میری سانس ہر وقت اٹکی رہتی... ویسے ماہ نور یہاں اکیلے ڈر نہیں لگتا اپنی امی کی طرف چلی جاتی ناں۔‘‘

’’نہیں بھابی... ارادہ تو ان لاذ میں رہنے کا تھا مگر ساس سسر عمرے کے لیے گئے ہیں۔ سنبل گائوں چلی گئی ہیں اور رابعہ بھابی تو ذیشان بھائی کے امریکہ جانے کے بعد اپنی امی کی طرف چلی گئی تھیں تو میں نے اپنے گھر پر رہنا مناسب سمجھا۔‘‘

’’ہاں ویسے یہ بڑے حوصلے والی بات ہے‘ ورنہ میرے بھی یونٹ آفیسرز کی فیملیز ہیں‘ اسکول گوئنگ بچوں کو لے کر میکے یا سسرال جا بیٹھتی ہیں ہزبینڈ کے وارزون پر جاتے ہی۔‘‘ سلمان نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ماہ نور برتن لے کر کچن میں گئی تو تہمینہ بھی اس کے پیچھے آگئی۔

’’ویسے تم نے ابھی تک نہیں بتایا حسن بھائی کو... چار مہینے تو ہونے کو ہیں‘ کیوں...؟‘‘ تہمینہ نے آہستگی سے کہا تو ماہ نور مسکرائی۔

’’بس بھابی ڈر لگتا ہے زیادہ خوشی سے بھی مگر اس بار میں ان کو بتادوں گی۔‘‘

’’عجیب لڑکی ہو تم یار... جن کو اتنے عرصے کے بعد ایسی خوشی ملے ان سے تو صبر ہی نہیں ہوتا‘ صحیح کہتے ہیں سلمان تم واقعی صبر والی ہو۔‘‘

''بھابی پتہ ہے کہ میں نے حسن کو ایک بار چوٹ پہنچائی ہے وہی کافی ہے۔ خدانخواستہ اگر اس بار بھی ایسا کچھ ہوجائے تو میں حسن کا اعتماد اور حسن دونوں کو ہی کھودوں گی۔''

''اللہ نہ کرے ایسا کچھ ہو مایوسی کفر ہے۔'' تہمینہ نے ماہ نور کو گلے سے لگایا۔

☆☆☆☆☆☆

لانگ ویکینڈ پر حسن گھر آرہا تھا۔ڈیڑھ ماہ بعد... ماہ نور کے صبر کا پیمانہ لبریز ہورہا تھا۔آج بھی انتظار کی گھڑیاں طویل تھیں۔سورج سستی سے ڈھلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا کہ کل پھر اس نے طلوع ہونا ہے۔اس وقت کو خوش آمدید کہنا ہے جب حسن اپنے گھر آئے گا آخر حسن آہی گیا۔یونیفارم میں ملبوس ہمیشہ کی طرح جگمگاتی آنکھیں اور مسکراتے روشن چہرے کے ساتھ۔کھانے کے بعد حسن لائونج کے صوفے پر نیم دراز تھا۔جب ماہ نور اس کے لیے چائے لے کر آئی۔

''حسن آپ اتنے کمزور ہوگئے ہیں؟'' ماہ نور فکر سے بولی۔

''مجھے چھوڑو... تم کیوں موٹی ہوگئی ہو... حالانکہ غم میں انسان کمزور ہوجاتا ہے مگر یہاں الٹا حساب ہے۔''

’’وہ دراصل حسن... آئی ایم ایکسپکٹنگ اگین...!‘‘ ماہ نور نے محتاط طریقے سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ حسن جھٹ پٹ سیدھا ہوا۔

’’رئیلی...؟‘‘ ماہ نور نے اثبات میں سرہلایا۔

’’لیکن... تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا...؟‘‘

’’ابھی صرف چار مہینے ہوئے ہیں۔ آئی ایم رئیلی سوری‘ بس میں نہیں ایکسپلین کرسکتی کہ میں نے آپ کو کیوں نہیں بتایا۔‘‘

’’یااللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے‘‘...

’’ماہ نور یو شڈ بی کیئر فل دس ٹائم۔‘‘ حسن نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے نگاہیں نیچے کرتے ہوئے اثبات میں سرہلایا۔

’’حسن... میں پھر مما کی طرف چلی جائوں۔‘‘ حسن کی مسکراہٹ غائب ہوگئی اور اس نے سر جھکالیا۔

’’نہیں ماہ نور... تم میرے گھر پر رہو گی آئی مین اپنے گھر... امی لوگ بھی واپس آگئے ہیں۔ سب تمہارا بہت خیال رکھیں گے۔ تم بھی جانتی ہو کہ امی کو تم سے یہی گلہ رہتا ہے کہ تم وہاں نہیں رہتیں اور اگر اس کنڈیشن میں تم اپنے میکے رہیں تو سب بہت مائنڈ کرسکتے ہیں۔‘‘

''لیکن حسن... میں بھی وہیں رہنا چاہ رہی تھی مگر امی کس کس کا خیال رکھیں گی... میرا' رابعہ بھابی کا یا ابو جی کا۔''

''تم اس بات کی فکر نہ کرو۔میں ایک ملازم کا انتظام کروا کر اسلام آباد بھیج دوں گا۔''

''ٹھیک ہے... جیسے آپ بہتر سمجھیں۔''

☆☆☆☆☆☆

سب سسرال والوں کی رضامندی اور حسن کی اجازت سے اس کے پاس مسز ابرار کو بھیج دیا گیا' اب حسن کو گئے چوتھا مہینہ تھا۔ان دنوں اسے بارڈر کی طرف بھیج دیا گیا تھا۔اگر ماہ نور کو سفر سے منع نہ کیا گیا ہوتا تو وہ بھی اسلام آباد ہی جاتی کیونکہ حسن کا اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ ''جب تک تم میرے نکاح میں رہنا چاہتی ہو تب تک میرا گھر ہی تمہارا گھر ہو گا۔''

''بیٹا آج مجھے بہت ضروری کام ہے اسلام آباد میں... اسی لیے مجھے جانا پڑے گا' میں کل صبح واپس آجاؤں گی۔'' مسز عباس آج صبح سویرے ایمر جنسی میں ماہ نور سے یہ کہہ کر چلی گئیں۔

''پتہ نہیں... کیا ہوا مما کو... اللہ کرے خیریت ہو۔'' ماہ نور نے کچھ بے چینی سے سوچا۔

☆☆☆☆☆☆

’’بھابی... آپ چلیں میرے ساتھ... جلدی سے۔‘‘ ظہر کی نماز پڑھ کر ماہ نور فارغ ہوئی تو تیز تیز گھنٹی بجنے لگی... دروازے پر عثمان تھا۔کچھ بوکھلایا ہوا' جلدی سے ماہ نور سے بولا۔

’’بتاؤ تو... کیا ہوا... سب خیریت تو ہے ناں۔‘‘

’’وہ ایکچوئیلی عباس انکل کی طبعیت بہت زیادہ خراب ہے۔بس آپ ضروری چیزیں لیں اور چلیں۔‘‘ ماہ نور کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔کچھ ماہ پہلے ان سے مل کر آئی تھی۔بیمار تھے مگر اتنے زیادہ تو نہیں تھے کہ اس وقت کی تیاری کرلی جائے۔بہرحال راستہ کافی طویل تھا' پورے سفر میں عثمان نے ایک دفعہ بھی اس سے بات نہ کی۔

’’میرے خیال میں مما بھی اسی وجہ سے جلدی گئی ہیں۔‘‘گھر پہنچی تو باہر بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ماہ نور سمجھ گئی کہ ابوجی اب نہیں رہے۔جلدی سے گاڑی سے اتر کر بھاگنے کی کوشش کرنے لگی تو عثمان نے کہا۔

’’بھابی... پلیز آرام سے۔‘‘ اس کی آنکھیں سرخ اور آنسو جاری تھے۔بے اختیار اس کے قدم میت کی طرف اٹھنے لگے تھے۔ایک دم ہی وہ اپنی جگہ جم سی

گئی۔میت کی چارپائی پر ابوجی نہیں' حسن کا بے روح جسم وردی میں ملبوس پڑا تھا۔ ماہ نور لڑکھڑاتی ٹانگوں کے ساتھ میت کے پاس گئی' انوشہ نے اسے سہارا دیا۔

''حسن...! حسن...! اٹھیں... اٹھیں ناں پلیز حسن' حسن آپ سن رہے ہیں... یہ آپ کہاں لیٹے ہیں... اٹھیں... اٹھیں ناں... میرے دل کو کچھ ہورہا ہے۔'' ماہ نور نے اب اس کے کالر پکڑ لیے اور سینے پر سر رکھ کر چیخنے لگی۔

''حسن میں نے آپ سے کہا تھا ناں میں مر جائوں گی... اٹھیں ناں... حسن... یہ نہیں ہوسکتا... حسن اٹھیں اور مجھے کہیں کہ خبردار جو ایسی بات منہ سے نکالی بھی تو... آپ میری بات کیوں نہیں سن رہے... ذیشان بھائی کہیں ناں ان کو... مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے... حسن آپ تو بہت خوشی خوشی گئے تھے پھر یہ''...

''اس کو میت سے دور کریں اس کا میت کے پاس بیٹھنا زیادہ دیر کے لیے خطرناک ہے۔'' ہر کوئی اس کے لیے فکرمند تھا۔

''کیا مطلب ہے میت... شوہر ہیں یہ میرے... امی... مما' ابوجی' آپی... بولیں ناں حسن کو''!...

''بس بچے' بس میری جان' اٹھو شاباش اٹھو... یہاں آئو...''کرنل ابرار نے زبردستی اسے اٹھانے کی کوشش کی۔اب میت لے جانے کا وقت آگیا تھا۔سب

اسے اٹھانے کی کوشش کررہے تھے مگر وہ چیخ رہی تھی' چلارہی تھی' چھوڑیں ارسلان بھائی ان کو چھوڑیں ناں... آپ کہیں نہیں لے کر جائیں گے ان کو... میں بھی ان کے ساتھ جائوں گی۔"

''ماہ نور... اٹھ جائو بس...!'' اس کے سسرال اور میکے والے سب اس کو اٹھانے لگے مگر اس نے حسن کے سینے سے سر نہ اٹھایا اور اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ کر سینے سے لگائے رکھا لیکن آخر جب میت کو اٹھایا گیا تو وہ چیختی ہوئی ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے کرنل ابرار کے سینے سے جالگی۔انوشہ اور سنبل نے اسے تھاما مگر وہ بے ہوش ہوگئی۔تیمور نے جلدی سے ان دونوں کی مدد کرتے ہوئے اسے کمرے میں پہنچایا۔

☆☆☆☆☆☆

حسن کی شہادت کو ہفتہ گزر گیا تھا مگر ماہ نور اپنا خیال نہ خود رکھتی اور نہ کسی کو رکھنے دیتی۔

''ماہ نور کیوں خود کو برباد کررہی ہو... ہونی کو کون ٹال سکتا ہے... کیا تم اللہ سے مقابلہ کروگی... ٹھیک ہے اگر تم نہیں کچھ کرسکتی تو کم از کم اس ننھی سی جان کا ہی خیال کرلو... اس سب میں بھلا اس کا کیا قصور؟'' سب کے لاکھ سمجھانے پر

نہ وہ بولتی' نہ روتی اور نہ ہی کھاتی پیتی' کیونکہ وہ حال سے بے خبر' مستقبل سے بے پروا' صرف ماضی میں جی رہی تھی۔

آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔اس کی طبیعت بہت خراب ہوگئی۔آخر اس کی لاکھ ضد پر بھی کسی نے گھٹنے نہ ٹیکے' گھر کی عورتیں تھک ہار گئیں تو سب مرد جمع ہوئے' کرنل ابرار' عباس' حیدر' ارسلان' ذیشان اور تیمور۔

' 'دیکھو ماہ نور' حسن کی شہادت کو تقریباً مہینہ سے زیادہ ہوگیا ہے... کب تک آخر یوں تم اپنی ذات کو' اپنے والدین کو' ساس' سسر کو سب کو اذیت پہنچاؤ گی۔کسی کے چلے جانے سے نہ وقت رکتا ہے اور نہ لوگ بدلتے ہیں۔ تمہارے دکھ کو ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں مگر یہ ناراضگی تم کس کو دکھا رہی ہو... تم خود نہیں جانتی... اگر تم خود مضبوط نہیں رہو گی تو کیسے چلے گا۔'' آخر طویل وقت کے بعد ماہ نور کی چپ ٹوٹی اور روندھے لہجے میں بولی۔

' 'میرے اندر اتنی برداشت نہیں ہے... نہیں ہے میرا دل اتنا بڑا... کاش ایسا ہوتا... مگر ابوجی آپ کے بہادر بیٹے کو بڑی بزدل بیوی ملی ہے۔ایک کمزور اور بزدل لڑکی ہے آپ کی بہو... بابا جان اتنا بڑا شاک میں کیسے برداشت کروں میرا دل پھٹ جائے گا بابا... میں جس حال میں ہوں ٹھیک ہوں... آپ لوگ میری فکر نہ کریں' ' ...

''ماہ نور اب یہ بات تم بھی اچھے سے جانتی ہو کہ تم اب صرف اپنی اکیلی جان کا خیال رکھنے والی نہیں ہو... تمہارے سر اللہ نے ایک اور ذمہ داری ڈال دی ہے۔اپنا نہیں تو حسن کی آخری نشانی کا ہی سوچ لو... زندگی ایسے نہیں گزر سکتی؟''
ماہ نور ارسلان کے سینے سے جالگی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''بھائی میں... میں کیسے کروں... مجھ سے نہیں ہو گا... میری زندگی کا جو سبب تھا وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے اللہ میری زندگی بھی ان کو دے دیتا کم از کم ان میں اتنی برداشت تو تھی کہ یہ دکھ بھی برداشت کرلیتے۔''

''ماہ نور اس طرح مت کہو... حسن کی روح تڑپتی ہوگی... تمہیں تو فخر ہونا چاہیے کہ تم آرمی آفیسر اور شہید کی بیوہ ہو۔'' ارسلان کے ان الفاظ نے اس میں بہت تبدیلی لائی' کیونکہ یہ حسن کے منہ سے کہے گئے الفاظ کا راز فاش کررہے تھے۔پوری رات حسن کے کہے گئے مختلف جملے اس کے کانوں میں گونجتے رہے۔

''یار ماہ نور... تم تو مجھ سے دو منٹ کی دوری تک برداشت نہیں کرسکتیں' اللہ جانے آگے کیا ہو گا؟ تم ایک آرمی آفیسر کی بیوی ہو اور بیوی شوہر سے ایک رینک آگے ہوتی ہے یعنی تم میجر... پھر کس بات کا ڈر... میم آپ کو یہ باتیں مجھ

سے شادی کرنے سے پہلے سوچنی چاہیئے تھیں۔اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔"

''بہرحال اگر تم مجھ کو یوں روتے ہوئے رخصت کروگی تو میں ضرور پچھتائوں گا۔"

''ماہ نور... موت کے ڈر سے انسان سانس لینا چھوڑ دے... موت تو برحق ہے ناں۔"

''کیا حسن یہ سب جانتے تھے کہ انہیں اپنی منزل اس بھرپور جوانی میں نصیب ہوجائے گی... یا پھر وہ اللہ کی طرف سے میرے لیے آزمائش بن کر آئے تھے۔"

☆☆☆☆☆☆

''ڈاکٹر سب ٹھیک تو ہے ناں..." ماہ نور نے ہوش میں آتے ہی بوکھلاہٹ سے پوچھا۔

''جی مسز حسن عباس... اللہ نے آپ کو صحت مند اولاد دی ہے۔ایک بیٹا اور ایک بیٹی... دونوں بالکل نارمل اور تندرست ہیں... ورنہ کیس کافی مشکل تھا اس لیے آپ کو ڈھیر سارا ریسٹ کرنا ہے اور اچھی ڈائیٹ لینی ہے۔"

''اوکے۔"

’’کیا میں اپنے بچوں سے مل سکتی ہوں؟‘‘

’’وائی ناٹ... نرس ان کی فیملی کو اندر بھیجیں مگر ون بائی ون‘ آپ کی امی کے پاس ہیں بچے ابھی۔‘‘

سب باری باری اندر آئے اور بہت مبارک باد دینے کے ساتھ کہیں نہ کہیں دکھ پوشیدہ تھا۔وقت ایسے موڑ پر تھا کسی کو کیا معلوم تھا۔دونوں کی شکل ماں باپ سے ملتی تھی۔ماہ نور نے ان کو سینے سے لگایا کیونکہ یہ حسن کی آخری اور انمول نشانیاں تھیں۔جب نام رکھنے کی باری آئی تو حسن کی خواہش کے مطابق بیٹی کا نام ’’مریم‘‘ اور بیٹے کا نام سنبل کی مرضی سے ہونا چاہیے تھا اس لیے سنبل نے اس کا نام حمزہ رکھا۔

☆☆☆☆☆☆

’’آپ کو ڈسچارج تو کیا جارہا ہے مگر ابھی بھی کافی ریسٹ کی ضرورت ہے۔‘‘ ڈاکٹر نے ماہ نور کے بے حد اسرار پر پانچویں دن اسے ڈسچارج کردیا۔

’’ماہ نور... تم اپنے ہی گھر چلوگی ناں‘‘ ...

’’ہاں... اپنے گھر۔‘‘ ماہ نور نے آخری الفاظ پر قدرے زور دے کر کہا اور ایک گہری سوچ میں محو ہوگئی ایک پُرکشش آواز نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

’’جب تک تم میرے نکاح میں رہنا چاہتی ہو تب تک میرا گھر ہی تمہارا گھر ہو گا۔‘‘

’’ڈرائیور... ابرار ہاؤس ہی چلو... سنبل نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔

’’سنبل مجھے اپنے گھر جانا ہے... عباس ہاؤس۔‘‘ ماہ نور نے جلدی سے کہا تو سنبل نے چونک کر دیکھا۔

’’مگر ماہ نور...!‘‘ سنبل نے کچھ کہنا چاہا۔

’’نہیں... میں ٹھیک کہہ رہی ہوں... ہم نے عباس ہاؤس چلنا ہے۔‘‘ اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی موڑ لی۔

...:ز ’...

’’بیٹا... چلو اپنے گھر چلیں... اب تو مریم اور حمزہ بھی تین ماہ کے ہو گئے ہیں۔اب فیصلہ کرلو۔‘‘

’’مما... جب بیٹی بیاہ دی جاتی ہے تو وہ اپنے شوہر کے گھر میں ہی اچھی لگتی ہے۔پھر آپ کیوں مجھے بار بار فورس کررہی ہیں۔‘‘

’’بیٹا اب حسن اس دنیا میں نہیں رہا۔‘‘

’’کون کہتا ہے... مما... کون کہتا ہے کہ حسن اس دنیا میں نہیں... وہ یہیں ہیں میرے پاس... اپنے بچوں کے پاس... کیونکہ شہید کبھی مرا نہیں کرتے...‘‘ ماہ نور کے اس جواب پر مسز ابرار شکستہ سی اسے دیکھنے لگی۔

’’لیکن کب تک بچے‘ کب تک تم یہاں اس طرح سے رہ سکتی ہو۔‘‘

’’مما جب تک میری آخری سانس باقی ہے۔‘‘

’’یہ نہ ہو ماہ نور بعد میں تم اس فیصلے پر پچھتاؤ۔‘‘

’’آپ فکر نہ کریں مما‘ اب میں کبھی نہیں پچھتاؤں گی کیونکہ میں مطمئن ہوں۔‘‘

☆☆☆☆☆☆

عثمان اپنے والدین کے ہمراہ حمزہ اور مریم کو دیکھنے آیا تھا۔ عثمان کو گھر کا ماحول بہت ویران اور خوف ناک سا معلوم ہوا۔ وہاں انسان تو بس رہے تھے مگر روحیں نہیں تھیں ان میں‘ وہاں بچے تو تھے مگر خاموش گڑیا گڈے کی طرح۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا کھاتے ہوئے بھی کوئی بات نہیں کررہا تھا۔

’’اور سناؤ عثمان‘ کہاں ہو آج کل؟‘‘

’’منگلہ میں ہوں انکل۔‘‘

’’اچھا... اچھا‘ وہاں کیسے گزر رہا ہے ٹائم...؟‘‘

’ ’بہت برا انکل... ویسے بھی زندگی کون سی اچھی جارہی ہے کہ کچھ اچھا لگے گا۔“

’ ’تو تم شادی کیوں نہیں کررہے‘ حسن تمہارے ساتھ کا تھا اس کے دو بچے ہیں اب ماشاء اللہ...“ عباس یہ بات کہہ کر کچھ خاموش ہوگئے‘ پہلے تو ماہ نور نے ایک دفعہ ان کو دیکھا پھر آہستگی سے اٹھ گئی۔

’ ’ایکسکیوزمی... میرے خیال میں بچے رو رہے ہیں۔“ سب نے یک دم ماہ نور کو جاتے دیکھا۔

’ ’نہیں انکل... اب میں اس بارے میں کبھی شاید سیریس ہی نہ ہوسکوں۔“

’ ’اس سے تو عباس صاحب اس بارے میں بات کرنا ہی فضول ہے۔اکلوتے بیٹے کی شادی کے ہم نے بھی کتنے خواب دیکھے تھے مگر اس سر پھرے نے منگنی بھی توڑ دی۔“

’ ’کیا ہم کسی اور موضوع پر بات نہیں کرسکتے۔“ عثمان نے چاول کا چمچ منہ میں رکھ کر کہا تو سب خاموش ہوگئے۔

☆☆☆☆☆☆

’ ’بیٹا... تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔“

’ ’جی پاپا بولیں۔“ عثمان نے بیڈ کے عین سامنے پڑے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’ ’بیٹا... یہ حسن کی وائف تو وہی ہے ناں‘ تمہاری کالج والی‘ ماہ نور ابرار۔“

’ ’جی پاپا...“ عثمان نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ کر کہا۔

’ ’جس کے بارے میں تم نے ہمیں بتایا بھی تھا۔“

’ ’جی... لیکن یہ سب کچھ ابھی پوچھنے کا مطلب؟‘ ‘

’ ’کیا تم اب اس کا ہاتھ تھاما نا چاہتے ہو؟“ شجاع کے ایسے کہنے پر عثمان شاکڈ سا اٹھ کھڑا ہوا۔

’ ’پاپا... یہ آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔بھابی ہے وہ میری... میرے دوست حسن کی بیوہ... میں بھلا اس کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں۔“

’ ’لیکن بیٹا... اس کو کسی سہارے کی ضرورت ہے‘ اس جوانی میں‘ وہ بیوہ ہوگئی ہے۔اس دنیا کا تنہا وہ کیسے مقابلہ کرسکتی ہے۔اسے کسی مرد کے سہارے کی سخت ضرورت ہے۔“

’ ’تو ٹھیک ہے پاپا‘ میں ایک دیور کی حیثیت سے‘ ایک بھائی بن کر بھی تو ساری عمر اس کی کفالت کرسکتا ہوں۔“

’’بیٹا کفالت کرنے والے بہت لوگ ہیں اس کے‘ اسے ایک کفیل کی نہیں سہارے کی ضرورت ہے۔‘‘

’’لیکن پاپا‘‘!...

’’بیٹا... یہ اب بھی وہی ماہ نور ہے جس کے لیے تم کیسے دیوانے ہو رہے تھے‘ بھلا تم سے زیادہ اچھی طرح اسے کون سمجھ سکتا ہے۔ چلو اگر تم اسے اپنی محبت کے روپ میں قبول نہیں کرسکتے تو کم از کم انسانیت اور ہمدردی کی خاطر اپنے دوست کی بیوہ سے شادی کرلو۔‘‘ اس بار عثمان کی امی نزہت بیگم بولیں۔

’’وہ سب ٹھیک ہے مما... مگر میں جانتا ہوں کہ اگر میں مان بھی جاؤں تو وہ کبھی اس شادی کے لیے راضی نہیں ہو گی۔‘‘

’’مطلب کہ تمہاری طرف سے ہاں ہے۔ باقی سب تم ہم پر چھوڑ دو۔ بس دو تین دنوں تک ہم اس کا ہاتھ مانگنے جائیں گے۔‘‘

’’لیکن امی پلیز‘ بی کیئر فل... کالج کے وقت کی کوئی بات نہیں کریں گے آپ لوگ۔‘‘ عثمان کے خوف پر شجاع اور نزہت دونوں ہنس پڑے۔

’’بلکہ آپ لوگ پہلے... ماہ نور سے اکیلے میں بات کرلیں‘ تاکہ اس کے اختلافات سمجھ سکیں۔‘‘

’’ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔‘‘

☆☆☆☆☆☆

’’آنٹی جی پلیز... میں آپ کی، آپ کی سوچ اور جذبات کی دل سے عزت کرتی ہوں مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں زندگی نئے طریقے سے گزارنے کی کوشش کروں۔کسی اور کو حسن کی جگہ دے دوں... اپنے بچوں کے سر پر سوتیلے باپ کا سایہ ڈال دوں...‘‘ آج گھر پر جب صرف آمنہ یعنی مسز عباس اور ماہ نور تھیں تو نزہت بیگم نے موقع سنہرا جانا اور ماہ نور سے بات کرنے آگئیں۔ان کی ساری گفتگو میں آمنہ بیگم بالکل خاموش تھیں اور بغور دونوں کی باتیں سن رہی تھیں۔

’’لیکن بیٹا... عثمان نہ ہی سوتیلا باپ بننا چاہتا ہے اور نہ ہی حسن کی جگہ لینا چاہتا ہے، ہمارے مجبور کرنے پر اس نے پہلے تمہارے جواب کا کہا ہے، بیٹا تم میرا یقین کرو، میری نیت میں خلوص ہے تمہارے لیے اور جتنی اچھی طرح سے تمہیں عثمان سمجھ سکتا ہے اتنی اچھی طرح سے کوئی نہیں سمجھ پائے گا۔‘‘

’’کسی کو ضرورت نہیں ہے مجھے سمجھنے کی، میں جیسے ہوں ویسے ہی ٹھیک ہوں۔نہ میں ہمدردی کے قابل ہوں نہ مجھے ساتھ چاہیے اور نہ میرے بچوں کو۔‘‘

''ماہ نور... میرے خیال میں نزہت بھابی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ تمھیں آج نہیں تو کل فیصلہ کرنا پڑے گا تو پھر عثمان کے ساتھ کیوں نہیں۔'' آمنہ نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

''یہ آپ لوگ میرے ساتھ اس طرح کی باتیں کیوں کررہے ہیں؟ ابھی حسن کی وفات کو مشکل سے سال ہوا ہے اور میں دوسری شادی کرلوں۔''

''تو تمھیں وقت چاہیے؟ ٹھیک ہے جتنا وقت چاہئے لو مگر یہ سوچ لینا کہ تمہارے جواب کے ساتھ بہت سے لوگوں کی امیدیں جڑی ہیں۔ تم بچوں کی زندگیاں کیوں خراب کرنا چاہتی ہو اپنی ضد کی آڑ میں۔'' ماہ نور خاموش ہوگئ۔

''لیکن آنٹی... یہ وقت جو آپ مجھے سوچنے کے لیے دے رہی ہیں، ممکن ہے کہ چند لمحوں کا ہو یا پھر شاید پوری زندگی کا... کیا آپ تب تک عثمان کی کہیں شادی نہیں کریں گی؟ میرے جواب کی منتظر رہیں گی... اور اس انتظار میں اس کی زندگی خراب کردیں گی۔''

''بیٹا انتظار تو ہم کریں گے، لیکن جواب دینے سے پہلے تم یہ باتیں سوچ لینا، اب میں چلتی ہوں۔'' یہ کہہ کر نزہت نے گلاس ٹیبل پر رکھا اور مل کر چلی گئیں جبکہ ماہ نور گہری سوچ میں گم ہوگئ۔

☆☆☆☆☆☆

ماہ نور ڈھلکے کندھوں کے ساتھ شکستہ سی حالت میں لڑکھڑاتی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے کمرے میں آئی تو کمرے میں جس چیز کی طرف پہلے اس کی نظر پڑی وہ حسن کی وردی میں ملبوس فریم شدہ تصویر تھی جو سائیڈ ٹیبل پر پڑی تھی۔وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔جیسے بہت کچھ کہنا چاہ رہا ہو' کیا حسن کی زندگی کا چیپٹر اتنا مختصر تھا' ماہ نور اس تصویر کی طرف لپکی اور اسے سینے سے لگایا اور زمین پر ہی بیٹھ کر بیڈ سے ٹیک لگائے رونے لگی۔

''حسن آپ کے بغیر میری زندگی کا باب اتنا سیاہ ہوگا... میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا... مریم اور حمزہ... ہمارے بچے پیدائش سے پہلے ہی باپ کے سائے سے محروم ہوجائیں گے' سب کچھ اس طرح سے پلک جھپکتے ہی اتنا خوف ناک ہوگا' کیا یہی میری تقدیر تھی' یااللہ ابھی تک میں حسن کی موت کو تسلیم نہیں کرپا رہی ہوں اور دنیا مجھے نئی زندگی حسن کے علاوہ کسی اور انسان کو بطور شوہر قبول کرکے گزارنے پر مجبور کررہی ہے۔کیا یہ ظلم نہیں ہے' میرے ساتھ۔'' ماہ نور نے گھٹنوں میں منہ دے دیا۔

''نہیں ماہ نور' یہ ظلم نہیں ہے... اسی میں تمہاری اور ہمارے بچوں کی بھلائی ہے۔'' ماہ نور نے چونک کر دیکھا یہ حسن تھے' اپنے یونیفارم میں ملبوس' روشن اور چمکتے چہرے کے ساتھ بالکل سامنے کھڑے کہہ رہے تھے۔اس کا چہرہ اس قدر

روشن تھا کہ ماہ نور کی آنکھیں چندھیا گئیں۔وہ جھٹ سے کھڑی ہوگئ اور عاجزی سے بولی۔

''لیکن کیوں... حسن کیا اس احساس سے میری زندگی نہیں گزر سکتی کہ آپ میرے اتنے پاس ہیں؟''

''ماہ نور یہ تمہاری خود غرضی ہے کہ تم صرف یہ سوچ رہی ہو کہ تمہیں کتنی تکلیف ہورہی ہے' تم نے کیسے زندگی گزارنی ہے' تمہارے لیے کیا ٹھیک ہے' ذرا یہ بھی سوچو جہاں تم نے اپنا شوہر کھویا ہے وہاں کسی نے اپنا بیٹا' کسی نے اپنا بھائی' کسی نے اپنا باپ اور کسی نے صرف اپنا بھائیوں جیسا دوست ہی نہیں بلکہ شاید سب کچھ کھو دیا ہے... میں سب جانتا ہوں ماہ نور... لیکن صرف بچوں کا سوچو... کیا تم چاہتی ہو کہ وہ اس احساس کمتری میں پرورش پائیں کہ سب کے پاپا ہیں' ہمارے کیوں نہیں ہیں؟ فلاں کے پاپا یہ لا کر دیتے ہیں' یہ کرتے ہیں' ہمارے پاپا کہاں ہیں اور کیوں ہیں؟ ٹھیک ہے اگر تم اسے میری جگہ دینے کی کوشش نہیں کرسکتی ہو تو بھی ایڈجسٹ کرلوگی۔فی الحال تمہیں یہ نکاح صرف بچوں کی بہتری کے لیے کرنا ہے۔'' اس بار ماہ نور خاموشی سے اسے دیکھنے لگی وہ آہستگی سے چلتے ہوئے بیڈ کے قریب گئے اور دونوں بچوں کو پیار کیا' پھر دوبارہ ماہ نور کے پاس آئے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور پیار سے بولے۔

’’مجھے تم پر یقین ہے کہ تم جو بھی فیصلہ لوگی سب کی بہتری سمجھتے ہوئے درست ہی لوگی' اپنا خیال رکھنا۔‘‘ یہ کہہ کر وہ اس سے دور ہوئے اور وہ پکارتی رہ گئی۔

’’حسن... حسن...!‘‘ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھ کھل گئی' وہ وہیں بیڈ سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی تھی۔باقی پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

’’امی... میں اس نکاح کے لیے تیار ہوں۔آپ ان لوگوں تک میرا جواب پہنچا دیں۔‘‘ ڈائننگ ہال میں ماہ نور کے ان الفاظ نے یک دم سناٹا طاری کر دیا۔

’’مجھے خوشی ہے ماہ نور کہ تم نے بالکل درست فیصلہ کیا۔‘‘ ذیشان بھائی نے اس کو مسکراتے ہوئے کہا۔

’’لیکن مما کیا حمزہ اور مریم بھی ان کے ساتھ چلے جائیں گے۔‘‘ ردا اپنی ماں سے بولی۔

’’ہاں... بچے تو اپنی مما کے ساتھ ہی ہوں گے ناں۔‘‘

’’لیکن مجھے تو بہت یاد آئیں گے... پھر میں کیا کروں گی...؟‘‘

’’نہیں بیٹا یہ دونوں آپ سے ملنے آیا کریں گے' آپ بھی جایا کرنا ان کے پاس۔‘‘ سنبل اس بار ردا کو کہنے لگی تو ماہ نور بھی پیار سے بولی۔

’’ہاں ردا... پھپھو ٹھیک کہہ رہی ہیں۔‘‘

☆☆☆☆☆☆

نکاح کے دن ماہ نور نے نزہت کی دی گئی ٹی پنک کلر کی شیفون کی ساڑی زیب تن کی۔کافی عرصے کے بعد سب گھر والوں نے اس کے چہرے پر لپ اسٹک اور کاجل کا ہلکا سا تکلف دیکھا جو اس کے چہرے پر بے پناہ نکھار لے آیا تھا۔ماہ نور کی فرمائش پر ساڑی پر بالکل ہلکا کام تھا وہ بھی صرف پلو پر جو اس وقت اس کے چہرے پر تھا صرف آنکھوں کی ہلکی سی جھلک نظر آرہی تھی۔اس سادہ سی تقریب کے دوران ماہ نور یہی جملہ بوجھل دل کے ساتھ بول سکی اور دستخط کیے۔

’’قبول ہے‘ قبول ہے‘ قبول ہے۔‘‘ یہ بولتے ہی اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو چھلک آئے جو کہ عثمان نے ہی نہیں بلکہ وہاں بیٹھے سب لوگوں نے ضرور دیکھے تھے۔شجاع فیملی کے بہت سے مہمان آئے تھے مگر سب کچھ بالکل سادگی سے ہوا تھا۔

’’آئی ایم سوری...‘‘گھونگھٹ اٹھانے کے بعد نظریں جھکا کر عثمان نے کہا تو ماہ نور اس کو دیکھنے لگی۔

’’جی... لیکن کیوں...؟‘‘

'' مجھے پتہ ہے مما کے بہت زیادہ مجبور کرنے پر آپ آمادہ ہوئی ہوں گی ہیں ناں؟'' عثمان نے کچھ شرمندگی سے کہا۔

'' بالکل نہیں' ہاں یہ ٹھیک ہے کہ میں نہیں مان رہی تھی مگر پھر ایک مضبوط سفارش تھی آپ کی طرف سے... اس کے بعد نہ کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔'' عثمان نے چونک کر اسے دیکھا۔ماہ نور مسکرا کر پھر گویا ہوئی۔

'' حسن... حسن نے کی تھی آپ کی سفارش... انہوں نے ہی بہت مضبوط دلائل کے ساتھ راضی کیا تھا مجھے۔'' عثمان نے مسکرا کر سر جھکالیا۔

'' یہاں بھی وہی تھا مما بابا سب سے سفارش کرنے کے لیے اسی کو میں بھیجتا تھا' اب بھی اپنی ڈیوٹی اچھے سے نبھا رہا ہے... ویل... آج ہی ہمیں بہت سی باتیں واضح کرلینی چاہیے رائٹ...؟ ''

'' کیسی باتیں...؟'' ماہ نور نے پوچھا۔

'' دیکھو ماہ نور... اگر اس نکاح کی وجوہات میں آپ ہمارے ماضی کی کسی بات کو ذمے دار ٹھہرا رہی ہو تو یہ غلط ہے... میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا' شاید کہ آپ سوچ رہی ہوں کہ آپ کا حسن کی بیوی بننے سے مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑا... مجھے بہت فرق پڑتا ہے... آپ کے نام کے ساتھ اس کا نام ہی کافی تھا مجھے اپنی غلطی کا احساس دلانے کے لیے... بہرحال اگر ٹو دی پوائنٹ بات کریں تو یہ کہ جب

تک میں خود کو آپ کے ساتھ اور آپ خود کو میرے ساتھ مطمئن محسوس نہیں کریں گی تب تک ہم اس چھت کے نیچے ایک دوست کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔آئی ہوپ' آپ میری بات سمجھ چکی ہوں گی۔" عثمان نے اپنی بات کے آخر میں اسے دیکھا تو ماہ نور سوچکی تھی۔عثمان نے اسے کچھ حیرت سے دیکھا پھر مسکرا کر اس کے پاس گیا اور اس پر کمبل ڈالا اور خود سامنے پڑے کائوچ پر نیم دراز ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

صبح سویرے ہلکی سی دستک پر ماہ نور کی آنکھ کھل گئ' یہاں وہاں دیکھا تو بیڈ کے آدھے حصے پر وہ تھی اور عثمان سامنے کائوچ پر سو رہا تھا۔دروازے پر ہونے والی دستک پر جلدی سے جاکر تھوڑا سا دروازہ کھول کر دیکھا تاکہ عثمان کو وہاں سویا ہوا کوئی دیکھ نہ لے' دروازے پر فاطمہ تھی' عثمان کی بہن جس نے ماہ نور کو ایک شاپر تھمایا۔

''آپ یہی پہن کر نیچے آنا... اور بھائی کو الماری سے میرون کرتا نکال کردے دیں... ہم لوگ ناشتے پر آپ کا ویٹ کریں گے۔"

''ہاں ٹھیک ہے... ہم ابھی آتے ہیں۔" دروازہ بند کرنے کے بعد ماہ نور نے گھڑی کو دیکھا ساڑھے نو بج رہے تھے۔پھر عثمان کو دیکھا جو کہ چھ فٹ کا قد آور

مرد تھا' بمشکل سمٹ کر اس کائوچ پر سویا تھا' ماہ نور زیرلب مسکرائی پھر شاپر کھول کر دیکھا۔اس میں ایک خوب صورت میرون کلر کا شلوار قمیص کا جوڑا تھا جو کہ شاید پریس کرکے بھیجا گیا تھا۔نہا کر اس نے یہی سوٹ پہنا واقعی اس پر اٹھ رہا تھا۔اب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے اسٹول پر بیٹھی اپنے بال ڈرائیر سے سکھا رہی تھی' عثمان نے کروٹ بدلی اور پہلی نظر اس پر پڑی' کچھ لمحے نظر اس پر ٹک گئی پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ماہ نور کچھ چونکی ڈرائیر بند کیا اور بیڈ سے پھرتی سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر لپیٹ لیا۔

''گڈ مارننگ۔''

''گڈ مارننگ۔'' عثمان نے بھی کہا۔

''میں آپ کے کپڑے نکال دیتی ہوں... آپ فریش ہوجائیں۔'' یہ کہہ کر ماہ نور الماری کی طرف گئی اور فاطمہ کی ہدایت کے مطابق میرون کرتا نکالا۔

''وہ... آنٹی کہہ رہی تھیں کہ ہم جلدی سے نیچے آجائیں... وہ سب ناشتے پر ہمارا ویٹ کریں گے۔''

''بس میں پانچ منٹ میں ریڈی ہوتا ہوں۔'' یہ کہہ کر عثمان واش روم کی طرف چلا گیا۔

’’تم دونوں ساتھ میں بہت اچھے لگ رہے ہو۔‘‘ شجاع نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا۔دونوں ہی مروتاً مسکرادیے۔

’’ماہ نور اس کے بعد تیار رہنا... بچوں کو لینے چلیں گے۔‘‘ عثمان نے آملیٹ اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

’’جی‘‘!...

’’اتنی جلدی کیا ہے بھائی... تم لوگ تھوڑا سا وقت ساتھ میں گزار لو... بچے آئے تو توجہ بانٹنی پڑے گی۔‘‘ فاطمہ نے ان کی گفتگو میں لقمہ دیا تو عثمان نے کچھ ناراضگی سے اسے دیکھا۔

’’ویسے امی کل احسن واپس آرہے ہیں امریکہ سے... میں آج شام ہی واپس چلی جائوں گی۔‘‘ عثمان یک دم ساکت سا فاطمہ کو دیکھنے لگا۔

’’لیکن وہ تو ایک ہفتے پہلے ہی گئے تھے اور کہا تھا مہینے کا ٹور ہے۔‘‘ عثمان نے حیرت سے پوچھا۔

’’ہاں تو... ان کا کام ختم ہوگیا ہے' اس لیے واپس آرہے ہیں۔آپ کو تو خوش ہونا چاہیے میری خوشی سے... پھر‘‘!

’’اچھا یہ سب چھوڑو تم یہ بتائو مانی... منگلہ سے کتنی چھٹی ملی ہے؟‘‘

’’ہفتے کی... وہ بھی بہت مشکل ہے مما۔‘‘ عثمان بتانے لگا۔

''یعنی دو دن بعد واپسی ہے... لیکن ابھی تو بہت سے لوگ مبارک باد دینے کے لیے آرہے ہیں۔''

''تو کوئی بات نہیں ماہ نور تو یہیں ہے... اس کو مبارک باد دے دیں گے وہ۔'' عثمان کے جواب پر مسز شجاع اور شجاع ظفر حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

''تو تم اس کو ساتھ نہیں لے جارہے... بھلا کیوں؟''

''پاپا... میں چاہتا ہوں یہ آپ لوگوں کے ساتھ کچھ عرصہ رہے' میں یہاں ویک اینڈ پر تو آتا ہی رہوں گا۔''

''جی انکل... یہ ٹھیک رہے گا۔ویسے بھی میں اکیلے حمزہ اور مریم کو کیسے سنبھال سکوں گی۔'' ماہ نور نے ہاں میں ہاں ملائی۔

''نہیں بیٹا... تمہیں اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہیے' رہی بچوں کی بات تو عثمان بھی ہوگا۔خیال رکھے گا ان کا بھی اور تمہارا بھی... نزہت بھی رہنے کے لیے آجایا کرے گی۔'' شجاع نے سمجھایا۔

''پاپا ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک بچے کچھ بڑے نہیں ہوجاتے تب تک ماہ نور یہیں آپ لوگوں کے ساتھ رہے گی اور اس میں حرج ہی کیا ہے میں آتا جاتا رہوں گا ناں۔''

''چلو تمہاری مرضی۔'' نزہت نے آہ بھر کر کہا۔

ز:... ’ ...

’ ’عثمان...!“ ماہ نور نے عثمان کے ”الف“ کو اتنا لمبا کیا کہ اس نے حیرت سے اخبار سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا جو شاکڈ سی لائونج کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

’ ’کیا ہوا...؟‘ ‘

’ ’یہ یہاں پر کیا کررہے ہیں...؟‘ ‘

’ ’کون...؟“ عثمان نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔

’ ’احسن صدیقی“!...

’ ’وہ... ایکچوئلی... ماہ نور‘ یہ فاطمہ کے ہزبینڈ ہیں میرے بہنوئی۔“

’ ’واٹ... آپ کے بہنوئی‘ لیکن کیسے‘ آئی مین اگر انہوں نے مجھے یہاں دیکھا تو فاطمہ کو تو یہ کالج کی ساری باتیں بتادیں گے اور پتہ نہیں کس سینس میں کس اینگل سے بتائیں۔“

’ ’نہیں کچھ نہیں ہوگا۔یو ڈونٹ وری۔“ عثمان نے اس کی گود سے مریم کو لیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆☆☆☆

’’احسن... یہ میری بھابی ہیں۔‘‘ فاطمہ نے اسے متعارف کروایا تو احسن شاکڈ سا اسے دیکھنے لگا۔

’’یہ عثمان کی وائف ہیں؟‘‘

’’ہاں کیوں... کوئی پرابلم...!‘‘ عثمان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

’’ایکچوئیلی میں نے سنا ہے آپ نے اپنے دوست کی بیوہ سے شادی کی ہے؟‘‘ احسن نے کچھ طنزیہ انداز میں کہا۔

’’میرے خیال میں کھانا لگ چکا ہے' سب ڈائننگ ہال میں چلتے ہیں۔‘‘ سب آہستہ آہستہ اٹھ کر ہال کی طرف آگئے احسن اب بھی کچھ حیرت سے ماہ نور کو دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

’’بائے بائے۔‘‘ عثمان گود میں حمزہ کو لیے اور بیڈ پر لیٹی مریم کو پیار کرتے ہوئے بولا۔

دونوں عثمان سے بہت اٹیچ تھے۔ماہ نور اس کی پیکنگ میں مشغول تھی۔

’’میں ان دونوں کو بہت مس کروں گا۔‘‘

’’ہاں یہ دونوں بھی آپ کو بہت مس کریں گے‘‘

’ ’اور تم...؟“ عثمان نے سوالیہ نظروں سے پوچھا‘ ماہ نور نے چونک کر اسے دیکھا۔

’ ’جی میں بھی کروں گی...“ یہ کہہ کر واپس وارڈ روب کی طرف مڑ گئی۔

’ ’ویسے آپ نے اتنی تھوڑی سی چھٹی کیوں لی... حالانکہ آپ شادی کا کہہ کر بھی تو آسکتے تھے... تو پھر“!...

’ ’ہاں پھر تم لوگوں کو پورے بیس دن مزید مجھے برداشت کرنا پڑتا۔“ عثمان نے ہنستے ہوئے کہا۔

’ ’برداشت...کیا مطلب؟ آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم آپ سے تنگ ہیں۔بالکل نہیں... بلکہ اب ہمیں آپ کے جلدی آنے کا انتظار رہے گا۔“ یہ کہہ کر جب ماہ نور پیچھے مڑی تو عثمان بہت گہری نظروں سے اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ماہ نور کچھ شرما کر باہر چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

’ ’آنٹی کہاں ہیں...؟“ احسن نے لائونج میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

’ ’وہ اور انکل دونوں کسی لنچ پر انوائیٹڈ تھے... ابھی ابھی گئے ہیں۔“

’’اچھا... وہ فاطمہ کی کچھ جیولری اور کچھ سامان رہ گیا تھا۔شام کو ہمیں جانا ہے‘ ڈنر پر تو وہ کہہ رہی تھی چیزیں لے آئوں۔‘‘ احسن نے آنے کی وجہ بتانی ضروری سمجھی۔

’’امی آئیں گی تو انہیں بتادوں گی۔مجھے تو فاطمہ کی کسی چیز کا پتہ نہیں۔آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔‘‘

’’نہیں چائے نہیں... صرف سادہ پانی۔‘‘

’’میں ابھی لاتی ہوں۔‘‘ یہ کہہ کر ماہ نور چلی گئی‘ احسن نیچے کارپٹ پر کھیلتی مریم کو شفیق نگاہوں سے دیکھنے لگا۔اتنی دیر میں ماہ نور پانی لے آئی۔

’’اب یہ دونوں ماشاء اللہ سے کتنے عرصے کے ہیں۔‘‘

’’سوا سال کے۔‘‘ ماہ نور نے بتایا۔

’’اچھا ایک بات پوچھوں آپ مائینڈ تو نہیں کریں گی۔‘‘ احسن نے ٹیبل پر گلاس رکھتے ہوئے کہا۔

’’جی... پوچھیں۔‘‘

’’آپ کے ہزبینڈ کیا واقعی عثمان کے دوست تھے؟‘‘

’’جی... لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟‘‘

’’نہیں... آئی مین کہ اتنا بڑا کو انسیڈنٹ کہ حسن بھائی کے فرینڈ عثمان جس کے کالج کے زمانے میں آپ سے کافی جھگڑے چلتے رہتے تھے... اسی سے آپ شادی کے لیے کیسے رضامند ہو گئیں...؟‘‘ احسن کو تشویش ہوئی۔

’’دیکھیں احسن... مجھے نہیں پتہ کہ آپ میرے بیوہ ہونے اور عثمان سے شادی ہونے کو کیا رنگ دینا چاہ رہے ہیں۔ مگر میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتی۔‘‘ ماہ نور کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے کو تیار تھے۔

’’نہیں... نہیں پلیز' آپ میری باتوں کا غلط مطلب مت نکالیں۔‘‘ احسن واقعی وہ نہیں کہنا چاہ رہا تھا جو وہ کہہ چکا تھا۔

’’ماہ نور میں آپ کو اچھے سے جانتا ہوں کہ آپ ایسی نہیں ہو میں صرف یہ پوچھنا چاہ رہا...‘‘ اتنے میں گھنٹی بجی اور ماہ نور ملازم کو آواز لگاتے ہوئے مریم کے کھلونے سمیٹنے لگی۔ باہر شجاع اور نزہت آئے تھے۔ماہ نور جلدی سے آنکھیں پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

’’آنٹی اتنی جلدی کیسے آ گئے آپ لوگ...؟‘‘

’’بس... تمہاری فکر تھی ہمیں بیٹا... آنا ہی پڑا۔‘‘ شجاع نے مریم کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

☆☆☆☆☆☆

ماہ نور ٹیرس پر کھڑی برستی بارش کو دیکھ رہی تھی۔جب فضا نے سرگوشی کرکے اس کے زخم پر نمک چھڑکا۔ماہ نور نے زور سے آنکھیں بند کیں اور اس خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔اپنے نیچے والے ہونٹ کو زور سے دبا کر اپنے بازو باندھ لیے۔رات کے سوا ایک بج رہے تھے جب بچوں کوسلانے کے بعد ٹیرس پر بارش دیکھنے آئی۔عجیب سی بے چینی اسے مجبور کرنے لگی۔دل پر جیسے بہت غبار ہو جس کو وہ اس بارش سے دھولینے کا گمان کررہی تھی۔

''ہیلو...!'' اچانک اس کے کان کے پاس سرگوشی ہوئی پیچھے مڑی تو لگا جیسے حسن اس کے بہت قریب کھڑے ہیں اور مسکرا کر اس کو دیکھ رہے ہیں۔

''آ... آپ...!'' ماہ نور بے ساختہ لپٹ گئی۔''آپ کو میں اتنا یاد کررہی تھی... آپ میرے پاس ہوتے ہیں ناں... پھر...'' ماہ نور نے نیم تاریکی میں دور ہوکر اس کا چہرہ غور سے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ہوا کے تیز جھونکوں سے اس کے لائٹ براﺋون بال اڑ اڑ کر چہرے پر بکھر رہے تھے۔عثمان بھی آنکھیں پھیلائے بے تاثر چہرے سے اسے دیکھ رہا تھا۔عثمان نے ماہ نور کی حیرت کو دیکھتے ہوئے موضوع بدلا۔

''تم رات کے ایک بجے یہاں کیا کررہی ہو... وہ بھی اندھیرے میں... چلو اندر چلیں۔''

’’آ... آ... آپ... جائیں میں... میں ابھی آتی ہوں۔‘‘

’’اِز ایوری تھنگ اوکے...‘‘ عثمان نے پاس آکر پوچھا تو ماہ نور نے اثبات میں سر ہلایا اور خود ریلنگ کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔

’’سب ٹھیک ہے ناں...؟‘‘ عثمان نے دوبارہ پوچھا تو ماہ نور بغیر کچھ کہے کمرے میں آگئی۔

’’ایک بات کہوں... مجھے لگ رہا ہے... میرے اچانک آنے پر تم خوش نہیں ہو... ہیں ناں...؟‘‘ عثمان نے کائوچ پر نیم دراز ہوتے ہوئے موبائل سے کھیلتے ہوئے کہا۔

’’نہیں... وہ اصل میں آپ نے تو کل شام کو آنا تھا ناں... تو ذرا شاک سی ہوگئی تھی۔‘‘ ماہ نور نے الماری سے اس کا کمبل نکالتے ہوئے کہا۔

’’آپ تھک گئے ہوں گے... میں آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔‘‘

’’نہیں... میں پی چکا ہوں... مجھے تم سے بات کرنی ہے یہاں آئو۔‘‘ ماہ نور آکر سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔’’تم کیوں ہر وقت پریشان رہتی ہو... ہر بات پر شاک ہوجاتی ہو... چھوٹی چھوٹی بات پر رونا آجاتا ہے تمہیں... کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتائو؟‘‘

’’ایسا کچھ نہیں ہے... آپ کو شاید غلط فہمی‘‘...

’’یہاں مجھے دیکھو... فرسٹ آف آل ان فارملیٹیز کو چھوڑو مجھے یہ بیڈروم نہیں پبلک لائبریری لگتی ہے جہاں بات کرنا منع ہے‘ اگر بات بھی کرنی ہے تو صرف کام کی... کیوں... ماہ نور تم پہلے ایسی نہیں تھیں بلکہ تم تو کبھی بھی ایسی نہیں تھیں۔اب کیوں تم نے خود کو اس شیل میں بند کرلیا ہے۔‘‘

’’کرنا پڑتا ہے ہر اس شخص کو جو زندگی کے نشیب و فراز برداشت کرکر کے ہار چکا ہو۔‘‘

’’ماہ نور پلیز مائنڈ مت کرنا میری بات کو مگر کیا ہر لڑکی جو بیوہ ہوتی ہے وہ یونہی کرتی ہے‘ جیسے تم کررہی ہو۔‘‘

’’شاید نہیں کرتی ہو کیونکہ وہ بیوہ ہی رہتی ہے... مگر میرے نام کے ساتھ تو بیوہ لفظ لگنے ہی نہیں دیا‘ دنیا نے فوراً ایک اور مرد میرے سامنے لادیا کہ یہ لو اب سے یہ تمہارا شوہر ہے۔‘‘

’’غلط بات مت کرو... کسی کی زور زبردستی سے تم نے تو یہ نکاح نہیں کیا تھا‘ حسن کی زندگی اتنی تھی نہ اس میں ہم کچھ کرسکتے ہیں نہ اور کوئی‘ وہ شہید ہوا ہے... تم کیوں اس طرح سے تڑپ تڑپ کر اس کی روح کو ستاتی ہو...؟‘‘ ماہ نور نے خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔’’دیکھو ماہ نور‘ اگر تمہاری پریشانی کی وجہ میں ہوں یا میرا گھر ہے تو مجھے بتاؤ... شوہر ہوں میں تمہارا‘ اس طرح مہمانوں کی

طرح نہ میں پوری زندگی گزار سکتا ہوں اور نہ تم... پلیز میرے اتنے بڑے لیکچر کا صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ تم یہ حقیقت تسلیم کرلو حسن اب نہیں رہا۔ اس کے بچے ہیں تمہارے پاس جس کے ماں باپ ہم دونوں کو قدرت نے بنادیا ہے اور اس حیثیت سے تم میری بیوی ہو' ' ...

' ' مجھے اس کے لیے وقت چاہیے۔" ماہ نور آہستگی سے بولی۔

' ' جتنا وقت چاہیے تم لو... میری پوری زندگی چاہیے لو... مگر اتنا خیال رکھنا کہ کہیں وقت تم سے بے وفائی نہ کر جائے۔" عثمان نے یہ کہا اور کمبل کھول کر کروٹ بدل لی۔ماہ نور اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

' ' انکل آپ سے ضروری بات کرنی ہے مجھے... میں اندر آجائوں؟" ماہ نور شجاع اور نزہت کے کمرے میں آگئی جب کہ عثمان اپنی ماں کے پائوں کی طرف بیٹھا کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ماہ نور کے آنے پر تینوں چونکے۔

' ' ہاں بیٹا... وائی ناٹ... کم ان۔" شجاع ظفر شفقت سے مسکراتے ہوئے سیدھے ہوئے۔

' ' ایکچوئیلی... وہ مجھے آپ سے پرمشن لینی تھی۔" عثمان اب بھی اس کو دیکھ رہا تھا۔

''فرسٹ آف آل مجھے آپ اور آنٹی کو مما پاپا کہنے کی عادت ڈالنی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ میں اور بچے ان کے ساتھ منگلہ چلے جائیں ایک ویک کے لیے... پلیز پاپا۔''

''او میرا بیٹا... یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے... تم ضرور جائو بلکہ ایک ہفتے کے لیے کیوں مکمل پیکنگ کرو... اور شفٹ ہو جائو۔'' شجاع نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ یہ سب سن کر عثمان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

☆☆☆☆☆☆

''یہ مذاق کرنے کی کیا ضرورت تھی... مجھے تم پہلے بتادیتی۔'' عثمان کمرے میں آکر اس کو خوشی خوشی پیکنگ کرتا دیکھ کر بولا۔

''کون سا مذاق...؟'' ماہ نور نے حیرت سے پوچھا۔

''جو ابھی پانچ منٹ پہلے پاپا سے کرکے آئی ہیں۔'' عثمان نے طنزیہ کہا اور پشت پر ہاتھ باندھ لیے۔

''ایکسکیوز می... یہ آپ کو مذاق لگ رہا ہے' میں واقعی آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔'' عثمان نے ایک بار بھنویں اچکا کر اسے دیکھا پھر ایک شریر مسکان چہرے پر سج گئی' ایک جھٹکے کے ساتھ بیڈ پر کہنی کے بل لیٹا اور ماہ نور کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''بٹ آئی ایم سوری... میں تم لوگوں کو... خاص کر تم کو ہرگز نہیں لے جاسکتا... اپنے اچھے خاصے موڈ کا بیڑا غرق کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ایمان سے۔'' عثمان نے اپنی گردن پر انگلی اور انگوٹھا رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب... میرے جانے سے آپ کے موڈ کا کیا تعلق؟''

''تعلق ہے مائی ڈیئر... اگر تم یہاں کی طرح وہاں بھی چہرے پر بارہ بجا کر رکھوگی تو میرا تو موڈ آٹومیٹک خراب ہوجائے گا ناں۔''

''میں نے کب منہ پر... آپ مجھے لے کر نہیں جانا چاہتے اور بہانے نہیں بن رہے آپ سے۔''

''نہیں چلو... میں یہ بتانے آیا تھا اگر چلنا ہے تو ابھی ساتھ میں چلو' میں ابھی نکل رہا ہوں۔'' عثمان اب اس کو پروگرام بتا کر سائیڈ ٹیبل کی دراز سے کچھ ڈھونڈ رہا تھا پھر ایک چھوٹا سا باکس لے کر اپنی جیب میں ڈالا۔

''چلیں؟''

''ہاں... بس دو منٹ...'' ماہ نور اب مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے جب ماہ نور شیشے سے باہر چاند کو دیکھ رہی تھی اور اس کے آنسو مسلسل جاری تھے۔

''یااللہ یہ میرے ساتھ کیوں ہوتا ہے' جس کے قریب ہونے لگتی ہوں وہ مجھے دھکیل کر خود سے دور کر دیتا ہے۔پہلے حسن اور اب عثمان' بہت مشکل تھا یہ میرے لیے کسی اور کو دل سے اپنا لینا' مگر اب جب عثمان میرے دل ودماغ کا نہیں بلکہ روح کا حصہ بن گیا ہے تو وہ میرے ساتھ اتنی سرد مہری اتنی سنگ دلی کیوں کرتے ہیں؟'' ماہ نور خیالوں کے سمندر کو دور سے دیکھتے دیکھتے پتہ ہی نہیں کب اتنی محو ہوگئی کہ کسی لہر کی زد میں آکر ڈوبنے لگی پتہ ہی نہ چلا' نہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی نہ قدموں کی چاپ سنائی دی۔

''ناراض ہوگئی ہو مجھ سے...'' ماہ نور کی روح نکل گئی جب خود کو کسی مضبوط مردانہ بازوئوں کے حصار میں دیکھا۔

''نہیں تو... میں... میں تو... نہیں ہوں ناراض آپ سے...'' ماہ نور نے ہچکچاتے ہوئے دور ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔''مجھے کیا حق ہے آپ سے ناراض ہونے کا...'' ماہ نور نے الجھتے ہوئے کہا' اب عثمان کے بازوئوں کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔

''کم آن یار... تمہیں ہی تو حق ہے مجھ سے ناراض ہونے کا' اس اتنی بڑی کائنات میں تم ہی تو ہو میری ایک اکلوتی بیوی۔''

''نہیں میں نہیں ہوں ناراض... آپ مجھے چھوڑیں... میرے خیال میں بچے رو رہے ہوں گے...'' اس کے وجود پر کپکپی طاری ہوگئی۔

''لیکن مجھے تو آواز نہیں آئی... اچھا اب اتنی بھی کیا ناراضگی کہ ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا...'' عثمان نے مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اسے اپنی طرف گھمایا اس نے اب بھی نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔

''آپ مجھے جانے دیں پلیز... میری طبیعت خراب ہے۔''

''جب تک میری پوری بات نہیں سنو گی تب تک نہیں جانے دوں گا۔'' ماہ نور نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا' تو عثمان بھی شرارت بھرے انداز میں مسکرایا اور ایک ہاتھ سے اپنے پاکٹ میں سے وہ ڈبہ نکالا جو منگلہ آنے سے پہلے ساتھ لے آیا تھا۔

''یہ تمہارے لئے... میں یہ ویڈنگ نائٹ پر دینا چاہ رہا تھا مگر تم کافی اپ سیٹ تھیں۔'' الجھتے ہوئے ماہ نور کے سلکی بالوں سے کیچر اتر گیا۔اب اس کے بال اڑ اڑ کر عثمان کے منہ پر آنے لگے۔ماہ نور نے ڈبہ لے لیا۔عثمان اس کے بال سلیقے سے سمیٹ کر کان کے پیچھے کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

صبح عثمان کی آنکھ کھلی تو دونوں بچے قالین پر کھیل رہے تھے اور ماہ نور بلو ڈرائیر سے بال سکھا رہی تھی، اس نے آج سی گرین اور کاپر کے کنٹرانسٹ میں شلوار قمیص پہن رکھی تھی عثمان اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

"گڈ مارننگ۔"

"گڈ مارننگ، اٹھ گئے آپ..." ماہ نور بالوں کو ایک طرف ڈال کر اس کی طرف مڑی۔

"ہاں وہ میرا یونیفارم ممتاز لے آیا ہے کہ نہیں۔" عثمان نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"جی لے آیا ہے، آپ اٹھیں میں ناشتہ منگوا لیتی ہوں۔"

"بس میں ابھی تیار ہوکر آتا ہوں... تم منگوا لو۔"

"اوئے... آج میرے چوزے صبح صبح اٹھ گئے۔" عثمان گھٹنوں کے بل ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"حمزہ کی شکل صرف حسن پر ہے مگر عادتیں آپ پر رات کو جتنا لیٹ سوئے صبح سویرے مجھے اٹھانا لازمی ہوتا ہے۔" ماہ نور نے وہیں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور مریم کی ہر عادت تم پر ہے نخرے، غصہ ایوں آنکھیں تو بالکل تمہاری جیسی ہیں۔" عثمان ماہ نور کو گہری نظروں سے دیکھ کر بولا۔

''ایک بات پوچھوں آپ سے آپ واقعی بہت ہمت والے ہیں۔زندگی کو سمجھنا کوئی آپ سے سیکھے، زندگی میں کسی بہت انمول چیز کو کھو دینا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔میں سمجھ سکتی ہوں، آپ نے تو ایک بار نہیں دو بار ایکسپرینس کیا ہے میں آپ کی جگہ ہوتی تو واقعی ٹوٹ جاتی مگر آپ... آپ نے کبھی اس بات کو کسی کو محسوس نہیں ہونے دیا، ہاں لیکن جہاں تک میری بات ہے، اب تو ہماری شادی ہوچکی ہے مگر بھائیوں سے بھی زیادہ پیارے دوست تو آپ سے ایسے جدا ہوئے کہ دوبارہ نہیں مل سکتے۔''

''نہیں ماہ نور... میں نے واقعی دو ایکسپرینس کیے ہیں شادی کی ہے میں نے ماہ نور حسن سے ماہ نور ابرار تو میری زندگی سے اسی دن چلی گئی تھی جب اس کی شادی ہوئی تھی اور رہی حسن کی بات تو حمزہ کی شکل میں وہ بھی تو مجھے ملا ہے... مگر وہ حمزہ حسن عباس ہے صرف حسن عباس نہیں اسی طرح تم بھی ماہ نور حسن عباس ہو... ماہ نور ابرار نہیں اسی طرح جب انسان ایک ہی جگہ پر بار بار چوٹ کھائے تو وہ حصہ بے حس ہوجاتا ہے۔'' عثمان نے ماہ نور کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔''ماہ نور تمہارے سامنے جو بیٹھا ہے ناں یہ وہ عثمان شجاع نہیں رہا یہ بدل چکا ہے۔اس روز سے جب پہلی بار اس تکلیف کا احساس ہوا تھا لیکن زندگی تب مجھے زندگی لگنے لگی جب حسن میری زندگی میں آیا اور پھر تب جب یہ

میری چھوٹی سی فیملی میری زندگی میں آئی ایک عجیب سا احساس میرے اندر جاگا کہ یہ سب چیزیں میری ہی ہیں کوئی نہیں مجھ سے ان کو شیئر کرسکتا۔" عثمان اور ماہ نور دونوں مسکرانے لگے۔

☆☆☆☆☆☆

حمزہ مریم کی سیکنڈ برتھ ڈے کی تیاریاں چل رہی تھیں، عثمان ابھی تک نہیں آیا تھا شجاع ہائوس میں سب تیاریوں میں مصروف تھے سنبل اور رابعہ بھی آئی تھیں احسن کچھ دیر پہلے فاطمہ کو چھوڑ کر گئے تھے اور انوشہ نے بھی اچانک آکر ماہ نور کو سرپرائز دیا جب اچانک ماہ نور کی طبیعت خراب ہوگئی وہ چکرا کر گر گئی، سب پریشان ہوگئے۔گھر پر بہت مہمان تھے اس لیے انوشہ نے نزہت کو بتایا اور ڈرائیور کے ساتھ ماہ نور کو لے کر سی ایم اینچ چلی آئی یہاں پر اس کے لیے وہ خوشخبری منتظر تھی جو یہ ایکسپیٹ کررہے تھے ماہ نور امید سے تھی انوشہ نے اس کو مبارک باد دی اور دوائیاں لینے چلی گئی ماہ نور ویٹنگ روم میں اس کا انتظار کررہی تھی جب کسی کا ریپورٹ پیچ اس کے پائوں میں آیا اس نے اٹھ کر دیکھا تو اس میں بیماریوں کے خانے میں ایڈز لکھا تھا۔جلدی سے چونک کر اس کو پکڑائی جو اس کے سامنے جلدی سے آیا یہ "احسن صدیقی تھا" ماہ نور پر حسرت کا پہاڑ ٹوٹ گیا ایک دم کھڑی ہوئی۔

’احسن آپ آپ کو ایڈز ہے۔“ احسن نے نظریں جھکالیں۔

’’اور آپ نے فاطمہ کو اب تک دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔کیوں... اتنی سیلفیشی... کہیں وہ آپ سے دور نہ ہوجائے اس لیے اس راز کو آپ نے اس سے چھپایا ہے۔“

’’نہیں... میں نے کچھ نہیں چھپایا... فاطمہ سب جانتی ہے۔“ احسن کے انکشاف پر ماہ نور کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

’’کیا... تو وہ خود موت کو گلے لگا رہی ہے؟‘ ‘

’’میں نہیں جانتا کہ وہ یہ سب کیوں کررہی ہے میں اس کو الگ کردینا چاہتا ہوں مگر وہ روتی ہے اور میری منتیں کرتی ہے میں کیا کروں ماہ نور آپ ہی بتائو؟“ احسن ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ اسے سب بتانے لگا۔

’’چلیں ماہ نور۔“ اتنے میں انوشہ آگئی اور ماہ نور سے کہنے لگی جاتے وقت ماہ نور نے ایک بار پھر مڑ کر احسن کو دیکھا جو کہ اپنی دوبارہ آنے والی رپورٹ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

رات کو بچوں کو سلاتے ہوئے بھی ماہ نور کا خیال احسن اور فاطمہ کے ہنستے مسکراتے چہرے پر تھا۔جو اتنی بڑی تکلیف سے گزر رہے تھے مگر کسی کو ذرہ سا

شک تک نہ ہونے دیا اگلے روز سالگرہ کی پر اہتمام تقریب سے فارغ ہونے کے بعد ماہ نور اور فاطمہ کچن میں برتن سنبھال رہی تھیں جب ماہ نور فاطمہ سے بولی۔

"فاطمہ... تم جتنی سطحی لگتی ہو اتنی ہی تم گہری ہو، تم اتنا بڑا دکھ اکیلے برداشت کرتی رہی، اس چھوٹی سی جان میں اتنے دکھ سمیٹے ہوئے تھے۔" فاطمہ کافی حیران ہوئی پھر روتے ہوئے ماہ نور کے گلے لگ گئی۔

"بھابی آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ عثمان بھائی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی، مجھے پتا ہے وہ فوراً سے مجھے احسن سے طلاق دلوانے کی بات کریں گے اور یہ مجھے جیتے جی درگور کرنے کے مترادف ہے۔مجھے احسن کے نام کی بیوہ ہونا قبول ہے مگر اس سے طلاق لینا گوارا نہیں ہے میری زندگی ان سے شروع ہوکر ان پہ ہی ختم ہوتی ہے۔" ماہ نور کی اپنی بھی آنکھیں بھر آئیں لیکن وہ فاطمہ کے آنسو پونچھنے لگی۔

"نہیں فاطمہ تم مجھ پر بھروسہ کرو میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی مگر تم یوں احسن کے... پاس رہ کر خود کو خطرے میں ڈال رہی ہو... تم لوگوں کو علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے۔"

"بھابی ہم کوشش کررہے ہیں مگر..." اتنے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور دونوں جھٹ سے پیچھے ہوکر اپنے کاموں میں مشغول ہو گئیں۔

''ماہ نور تم آرہی ہو یا نہیں... جلدی آئو مریم رو رہی ہے۔'' عثمان اندر آتے ہوئے بولا۔ماہ نور نے جلدی سے کام سمیٹا اور کمرے کی طرف آگئ مریم تو سو رہی تھی لیکن عثمان مصنوعی خفگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''یار ماہ نور کیا میں ویکینڈ پر اس لیے گھر آتا ہوں کہ تم میرے سامنے اپنے سگھڑ پن کے مظاہرے کرو تم مجھے بالکل ٹائم نہیں دیتی۔'' ماہ نور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی جیولری اتارتے ہوئے کسی سوچ میں گم تھی۔

''تم سن رہی ہو میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں۔'' عثمان نے ایک ہاتھ پر ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا تو ماہ نور جلدی سے اس کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگی۔

''جی میرے پاس تو ٹائم ہی ٹائم ہے آفٹر آل آپ ہی میرے ایک اکلوتے شوہر ہیں اس اتنی بڑی دنیا میں۔'' ماہ نور کے کہنے پر دونوں ہنس پڑے باتوں باتوں میں ماہ نور عثمان سے بولی۔

''عثمان مجھے لگتا ہے اب حمزہ اور مریم شرارتی ہوتے جارہے ہیں اور دونوں کو سنبھالنا مشکل ہے میرے لیے کیوں نہ ہم مریم کو فاطمہ کو دے دیں کچھ عرصے کے لیے۔'' پہلے تو عثمان نہ مانا کیونکہ وہ مریم سے بہت مانوس تھا لیکن پھر

ماہ نور کی ضد سمجھ کر مان گیا اور دونوں نے خوشی سے مریم فاطمہ کے حوالے کر دی۔

☆☆☆☆☆☆

''احسن مجھے آپ کی محبت پر شک نہیں ہے۔میں جانتی ہوں کہ آپ کتنی محبت کرتے ہیں مگر آپ کی یہ محبت آپ سے قربانی مانگتی ہے کہ آپ فاطمہ کو طلاق دے دیں اگر اس کو طلاق نہیں بھی دے سکتے تو علیحدگی اختیار کرلیں۔''

عثمان کچن میں چائے بناتی ماہ نور اور احسن کی باتیں سن کر حیران رہ گیا۔

''ماہ نور یہ احسن سے کیا کہہ رہی ہے کیا رشتہ ہے ان کے درمیان جو یہ فاطمہ کو طلاق دلوانا چاہتی ہے اتنا بڑا دھوکہ دے رہی ہے ماہ نور مجھے۔''کمرے میں آتے ہی عثمان کے دماغ میں کھینچ کر چلنے لگے اتنے میں ماہ نور چائے بنا کر لے آئی۔

''یہ لیں چائے اٹھیں نا میں آپ کے لیے بنا کر لائی ہوں اٹھیں ناں... پھر میں نے آپ کو ایک ضروری بات...'' عثمان نے کپ اٹھا کر پوری قوت سے سامنے دیوار پر مارا۔کپ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ماہ نور کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

''جب میں نے کہا نہیں پینی تو مطلب نہیں پینی۔بند کرو یہ فلمی ایکٹنگ میرے سامنے۔'' ماہ نور کی آنکھیں پھیل گئی جیسے اس پر آسمانی بجلی گر گئی ہو۔

’’لیکن میں نے ایسا کیا کہہ دیا کہ آپ کو اتنا غصہ آگیا۔‘‘

’’پلیز جائو یہاں سے ورنہ۔‘‘ عثمان کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔

’’ورنہ کیا عثمان... ماریں گے مجھے... قتل کردیں گے کریں ناں۔‘‘ ماہ نور الجھتے ہوئے بولی۔’’مگر بتائیں تو ہوا کیا ہے؟‘‘

’’مجھے اکیلا چھوڑ دو، ورنہ اس کی بھی نوبت آجائے گی۔‘‘ عثمان غصے سے بولا۔

’’جب تک آپ مجھے نہیں بتائیں گے میں کہیں نہیں جائوں گی۔‘‘

’’اچھا تو سن لو... پچھتا رہا ہوں میں تم سے شادی کرکے کوس رہا ہوں اس وقت کو جب میں نے تم سے شادی کے لیے حامی بھری تھی اب خوش۔‘‘ یہ کہہ کر عثمان کمرے سے نکل گیا اور ماہ نور وہیں پتلے کی مانند ساکت سی رہ گئی۔

’’آخر ایسا کیا کردیا میں نے عثمان... مجھے پتا تو چلنا چاہیے کہ میرے کس گناہ کی سزا مل رہی ہے مجھے؟‘‘ ماہ نور کے آنسو بہنے لگے اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر گئی۔

☆☆☆☆☆☆

’’احسن اس قدر گھٹیا انسان نکلے گا اس کی امید تو کی جاسکتی تھی مگر ماہ نور... دو بچوں کی ماں... کسی کی بیوی... اتنی گری ہوئی ہے۔‘‘ عثمان گاڑی ڈرائیور کرتے ہوئے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے سوچ رہا تھا۔آنکھوں میں آنسو ڈگمگا رہے تھے۔

’’یا اللہ کیا واقعی میں نے کسی غلط لڑکی سے محبت کی ہے غلط لڑکی کا ہاتھ تھاما ہے۔‘‘ اس بار اس نے بے بسی سے زور سے اسیڑنگ پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کو مارا۔

’’یہ تو ایسی کبھی نہیں تھی... یا پھر یہ میرا گمان ہے۔وہ شروع سے ہی ایسی ہی تھی پہلے حسن کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی تھی اور اب میری۔‘‘ عثمان بچوں کی طرح آنکھوں سے بہتے آنسوئوں کو ہتھیلیوں سے پونچھنے لگا۔رات دیر تک بلاوجہ گاڑی لے کر گھومتا رہا اور ماہ نور کے سنگ گزارے مختصر سے وقت سوچتا رہا اور خود کو کوستا رہا۔

ماہ نور صبح تین بجے تک عثمان کا انتظار کرتی رہی عجیب و غریب خیالات آرہے تھے۔ماہ نور نے وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر اپنے رب کے حضور دعائیں مانگنے لگی۔

’’یا اللہ میری جان پر رحم کھا... تجھے تیرے پیارے رسول ﷺ کا واسطہ عثمان صحیح سلامت گھر آجائیں وہ ہی تو اک سہارا ہے میرا اور میرے بچوں کا...

حمزہ اور مریم کے باپ کو امان میں رکھنا، یا اللہ عثمان کے بغیر مر جائوں گی میں۔“ ماہ نور ابھی رو رو کر دعائیں ہی کررہی تھی کہ دروازے پر گھنٹی بجی ماہ نور بھاگتے ہوئے دروازے پر گئی دروازہ کھولا تو عثمان تھا۔بغیر اسے دیکھے، کچھ کہے سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ماہ نور اسے خاموشی سے جاتے دیکھنے لگی دروازہ جلدی سے بند کرکے کمرے میں گئی تو عثمان واش روم میں تھا ماہ نور نے چند گھنٹے پہلے ہونے والی لڑائی کو بھول کر مسکرانے کی کوشش کی عثمان واش روم سے نکلا پھر اسے بغیر دیکھے بیڈ پر لیٹ گیا ماہ نور اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔عثمان کا ایک بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔ماہ نور نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ اس کو چونک کر دیکھنے لگا۔

’ ’آپ کہاں چلے گئے تھے؟“ ماہ نور پیار سے بولی۔عثمان نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا اور کروٹ بدلی۔ماہ نور دوسری طرف جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

’ ’پلیز عثمان... ایسے مت کریں... مجھے بتائیں تو ہوا کیا ہے آخر...؟ ‘ ‘

’ ’تم سو جائو کل تمہیں میں واپس اسلام آباد چھوڑ آئوں گا۔“ ماہ نور حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

’ ’لیکن کیوں میں تو ابھی نہیں جانا چاہتی... آپ نے پہلے تو کبھی ایسا نہیں کیا تو اب...؟ ‘ ‘

’’اگر تم نے نہیں سونا تو کم از کم مجھے ڈسٹرب مت کرو۔‘‘ یہ کہہ کر عثمان نے غصے سے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ماہ نور بے بسی سے اس کو دیکھنے لگی۔ ایک آنسو کی لڑی اس کی آنکھوں سے بہہ نکلی۔

☆☆☆☆☆☆

عثمان صبح بغیر ناشتہ کیے آفس چلا گیا۔ماہ نور نے اس کے غصے کے خوف سے خاموشی سے پیکنگ بھی کرلی اور حمزہ کو بھی تیار کردیا۔

’’پاپا ہم کہاں جارہے ہیں...؟‘‘ عثمان نے اس کو اٹھایا اور پیار سے بولا۔

’’کہیں بھی نہیں...!‘‘ ماہ نور نے اس کو حیرت سے دیکھا۔

’’مما کہہ رہی ہیں کہ ہم مریم کے پاس جارہے ہیں۔‘‘

’’ہاں... صرف مما جارہی ہیں... ہم نہیں جارہے۔‘‘

’’میں اکیلی جارہی ہوں... لیکن کیوں؟‘‘ ماہ نور نے عثمان سے پوچھا۔

’’تم نے پیکنگ کرلی ہوگی... ممتاز... ممتاز‘ آکر باجی کا سامان گاڑی میں رکھو...‘‘ عثمان نے پہلے سپاٹ لہجے میں اس سے پوچھا پھر ملازم کو آواز دے کر کہا۔اس نے حکم کی تعمیل کی۔ عثمان حمزہ کو لے کر کمرے میں چلا گیا۔ماہ نور ان کے پیچھے آئی۔

’’آپ کر کیا رہے ہیں... مجھے بھی تو بتائیں؟‘‘

’’میں تمہیں ڈرائیور کے ساتھ اسلام آباد بھیج رہا ہوں۔‘‘ عثمان نے بے تاثر سے انداز میں اس کو بتایا اور الماری سے کپڑے نکالنے لگا۔

’’ڈرائیور کے ساتھ... مگر آپ دونوں کیوں نہیں جارہے...؟‘‘ ماہ نور نے حیرت سے پوچھا۔عثمان اسے بغیر جواب دیئے واش روم چلا گیا۔ماہ نور سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔عثمان واش روم سے نکلا تو حمزہ اس کے ساتھ چمٹ گیا۔

’’پاپا میں آپ کے پاس ہی رہوں گا۔‘‘

’’ہاں میری جان...‘‘ عثمان نے پیار سے کہا تو وہ خوشی سے اچھلتا ہوا باہر چلا گیا۔ماہ نور عثمان کے پاس آئی اور اس کا بازو پکڑ کر بولی۔

’’ٹھیک ہے میں چلی جاتی ہوں‘ مگر پلیز ایک بار‘ ایک بار بتا تو دیں کہ ہوا کیا ہے؟‘‘ عثمان نے اپنا بازو جھٹکا اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف چلا گیا۔جب شیشے میں اس نے ماہ نور کا عکس دیکھا جو اپنی کنپٹیوں کو مسل رہی تھی اور صوفے کا سہارا لینے کی کوشش کررہی تھی۔عثمان جلدی سے اس کی طرف بھاگا اور اس کو پکڑا۔ماہ نور کو بہت زیادہ کمزوری محسوس ہورہی تھی اس لیے چکرا گئی۔عثمان اس کو پکڑ کر بیڈ کے پاس لایا اور بٹھادیا۔

’’تم ٹھیک ہو... کیا ہوا ہے؟‘‘ ماہ نور اس کو دیکھنے لگی۔

''پہلے آپ بتادیں ناں پلیز...؟'' عثمان نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اس کے پاس بیٹھ کر بولا۔

''میرے خیال میں تمہیں امی کے پاس رہنا چاہیے اور وہیں حمزہ کا بھی ایڈمیشن کروالیں گے۔فی الحال تم اکیلی جاؤ... کچھ دنوں بعد میں حمزہ کو بھی لے آئوں گا۔'' ماہ نور نے خاموشی سے نظریں جھکالیں پھر ڈرائیور کے ساتھ چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

''بات کوئی اور ہے... مجھے پتہ لگانا ہے... آپ کیوں اتنے بدگمان ہوگئے مجھ سے... یہ میں برداشت نہیں کرسکتی۔'' ماہ نور کو منگلہ سے آئے چوتھا دن تھا مگر عثمان نے اسے ایک بار بھی کال نہ کی۔نزہت سے بات ہورہی ہوتی تو مریم سے بھی بات کرلیتے' آج ماہ نور بہت مایوس تھی یہی سوچ رہی تھی جب فاطمہ اس کے کمرے میں آئی۔

''بھابی' آپ جب سے آئی ہیں بہت پریشان سی لگ رہی ہیں سب ٹھیک تو ہے ناں۔''

''ہاں سب ٹھیک ہے... مریم کہاں ہے...؟'' ماہ نور نے موضوع بدلا۔

''ابھی ابھی سوئی ہے۔آج بہت ڈسٹرب ہوئی تھی' پتہ نہیں کیوں؟'' فاطمہ بتانے لگی۔

’’اچھا... ایک تو میں جب سے آئی ہوں‘ اس کو ٹائم ہی نہیں دے پارہی...“ ماہ نور نے اپنا سر پکڑا۔

’’بھابی... کل مجھے احسن کا دوبارہ ٹیسٹ کروانا ہے... آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ...“ فاطمہ نے ریکویسٹ کی۔

’’ہاں... میں نے بھی چیک اپ کے لیے جانا ہے... ساتھ ہی چلیں گے۔“

☆☆☆☆☆☆

’’ماہ نور آپ اپنی ڈائٹ کا خیال کیوں نہیں رکھتی...“ ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد ہدایت کی۔”اور اس بار تو کچھ کمزور بھی لگ رہی ہیں۔“ احسن اور فاطمہ اپنے ٹیسٹ کے لیے گئے ہوئے تھے۔واپسی پر احسن اکیلا تھا۔ماہ نور نے اس کے بارے میں پوچھا تو احسن نے بتایا کہ کالج کی کوئی دوست اسے مل گئی تھی اس سے مل کر آرہی ہے۔

’’آپ چلیں ہم لوگ گاڑی میں ویٹ کرلیتے ہیں۔“ یہ کہہ کر احسن اور ماہ نور پارکنگ کی طرف آگئے‘ جب ہی ان پر صبا کی نظر پڑی وہ ان کو دیکھ کر ششدرر ہ گئی اور وہ ان سے ملنے کے بجائے گھر جاکر فوراً عثمان کا نمبر تلاش کرنے لگی۔

اتنے عرصے کے بعد صبا کا نمبر اپنے موبائل میں دیکھ کر عثمان کو حیرت ہوئی۔ لیکن پھر اٹھا لیا۔حال احوال گلے شکوئوں کے بعد صبا جلدی سے بولی۔

’’عثمان... تمہیں وہ یاد ہے ماہ نور ابرار‘‘ ...

’’ہاں کیا ہوا ہے اس کو...‘‘ عثمان انجان بنا۔

’’میں نے آج اس کو سی ایم ایچ میں دیکھا ہے... پتہ ہے کس کے ساتھ...؟ احسن صدیقی کے ساتھ... میرے خیال میں ان دونوں کی شادی ہوگئی ہے کیونکہ بڑے خوش گوار موڈ میں ایک ساتھ نظر آرہے تھے۔‘‘

’’کیا...؟ میں راستے میں ہوں گھر پہنچ کر تم سے بات کروں گا...‘‘ عثمان نے اس پر اپنی حیرت ظاہر نہ ہونے دی اور فوراً فون بند کردیا۔

☆☆☆☆☆☆

’’بھابی آپ کی رپورٹ پازیٹو ہیں۔آپ نے بتایا کیوں نہیں‘ آپ نے بھائی کو بتایا یا نہیں۔‘‘ فاطمہ نے خوشی سے کہا۔

’’نہیں ابھی نہیں بتایا... آج آئیں گے تو ہر حال میں بتائوں گی۔‘‘

’’اچھا... سرپرائز دیں گی...!‘‘ فاطمہ نے چھیڑا۔

’’ہاں ویسے تمہارے ٹیسٹ کا کیا ہوا...؟‘‘ ماہ نور نے مریم کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔

''بس... سب ٹھیک ہے۔'' فاطمہ ابھی بتارہی تھی کہ حمزہ بھاگتا ہوا ماہ نور کے پاس چلا آیا۔

''مما'' ...

''اوہ... میرا بچہ آگیا... میری جان...'' ماہ نور نے خوشی سے حمزہ کو گلے لگایا۔ پاس لیٹی مریم بھی اٹھ گئی اور جلدی سے اس کے پاس آئی۔''پاپا نہیں آئے۔'' ماہ نور نے پوچھا۔

''جی... وہ باہر بیٹھے ہیں۔'' یہ کہہ کر حمزہ اور مریم بھاگ گئے' ماہ نور اٹھ کر باہر گئی دل ہی دل میں سوچنے لگی۔

''اب عثمان کا موڈ مجھ سے اچھا ہو گا... ہر بات کلیئر کرلوں گی۔کوئی مس انڈراسٹینڈنگ نہیں رہنے دوں گی۔'' یہ سوچ کر دونوں باہر آگئیں تو دیکھا عثمان کھانا کھا رہے تھے۔فاطمہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو عثمان نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور پیچھے کھڑی ماہ نور پر ایک کڑوی نظر ڈالی پھر بیٹھ کر شجاع سے باتیں کرنے لگا۔ماہ نور آکر عثمان کے ہی صوفے کے دوسری طرف بیٹھ گئی تو وہ یک دم کھڑا ہوا۔

’’میں کچھ تھکا ہوا ہوں‘ آرام کرنا چاہتا ہوں... کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔‘‘ یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا ماہ نور خاموشی سے اسے جاتے دیکھنے لگی۔ پھر کچھ دیر بعد کمرے میں آئی تو عثمان اسی طرح صوفے پر بیٹھا تھا۔

’’آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟‘‘

’’تمہاری ٹھیک تھی...؟‘‘ عثمان نے الٹا اس سے سوال کیا۔

’’جی... کیوں؟‘‘

’’آج تم سی ایم ایچ گئی تھی؟‘‘

’’جی۔‘‘

’’احسن کے ساتھ گئی تھی‘‘ ...

’’جی کیوں... وہ ایکچوئیلی عثمان...‘‘ ماہ نور کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔

’’آئی ایم سوری کہ میں نے تم سے دو تین سوال کر لیے۔ مگر تمہاری اس کیوں کے جواب میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ بد قسمتی سے آپ کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے اس لیے آپ میری بیوی ہیں‘ آپ سے سوال کرنا میرا حق بنتا ہے۔ لیکن اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو اس کا بھی اسلام نے بہت اچھا قانون رکھا ہے۔‘‘

’’پلیز عثمان...! اتنی سی بات کا کیوں ایشو بنارہے ہیں۔صرف میں اور احسن نہیں گئے تھے فاطمہ بھی ہمارے ساتھ تھی۔‘‘

’’اوہ اب میرے ساتھ ساتھ اس کو بھی بے وقوف بنایا جارہا ہے۔‘‘ عثمان نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو ماہ نور نے چونک کر اسے دیکھا۔

’’کیا مطلب ہے آپ کا...؟‘‘

’’میرے خیال میں مطلب سمجھانے کی ضرورت آپ کو ہے میں نے تو کوئی اتنی عجیب بات نہیں کی۔‘‘

’’عثمان آپ کیوں اس طرح ری ایکٹ کررہے ہیں آپ میرے ساتھ۔‘‘ ماہ نور نے بے بسی سے کہا۔

’’سیدھی بات یہ ہے کہ ہم دونوں میں کسی قسم کی بھی ذہنی مطابقت نہیں ہے۔میں ایک شریف گھر کا لڑکا ہوں اور تم ایک لبرل فیملی سے تعلق رکھتی ہو... تمہارا اور میرا دونوں کے جینے کے طریقے بالکل الگ ہیں‘ اس لیے اچھا یہی ہے کہ ابھی ہی کوئی فیصلہ لے لیا جائے۔‘‘

’’آپ ایک شریف گھر کے لڑکے ہیں تو کیا میں بھاگ کر آئی ہوں آپ کے ساتھ... آپ لڑکیوں کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور میرے تو بہت سے بوائے فرینڈز ہیں۔‘‘ ماہ نور غصے سے کھڑی ہو کر بولی۔

''یہ تم ہی جانتی ہو گی... پتہ نہیں تمہارے اور کتنے چہرے دیکھنے باقی ہیں۔''
عثمان نے طنزیہ کہا۔

''عثمان مجھے لگتا ہے کہ آپ کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ مجھ سے پوچھیں جو آپ کے دل میں بات ہے مجھے بتائیں۔''

''اچھا تم میرے ایک سوال کا جواب دے دو تم فاطمہ کو کیوں طلاق دلوانا چاہتی ہو۔ کیا رشتہ ہے تمہارے اور احسن کے درمیان... کیوں رات دیر تک تم اس سے فون پر بات کرتی ہو... آج سی ایم ایچ کیوں گئی تھیں اس کے ساتھ...''
عثمان کے سوالوں پر ماہ نور ششدر رہ گئی اور کچھ لمحے ساکت سی اسے دیکھتی رہی۔

''عثمان آپ کو کس نے کہا کہ میں فاطمہ کو طلاق دلوانا چاہتی ہوں اور احسن کے ساتھ میرا نندوئی اور بھائی کے علاوہ کوئی رشتہ نہیں اور کب رات کو فون پر بات ہوئی ان کے ساتھ، اگر ایک دوبار فاطمہ سے بات کرتے ہوئے بائی چانس ہو گئی ہو تو اس میں اتنا ایشو بنانے کی کیا بات ہے؟''

''اب پردے ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ فاطمہ میری اکلوتی اور لاڈلی بہن ہے میں اس کو جو مرضی کہوں، مگر کسی کو حق نہیں دیتا کہ کوئی میری بہن کو تکلیف

پہنچائے۔" ماہ نور اب بھی خاموشی سے اس کو دیکھ رہی تھی پھر کٹے ہوئے دل کے ساتھ مسکرا کر بولی۔

"اچھا تو میں اب ہر کوئی ہو گئی"!...

پوری رات ماہ نور کی قیامت کی طرح گزری اس سے زیادہ یہ رات عثمان نے تڑپ کر کروٹیں بدل بدل کر گزاری۔شاید اب بھی وہ سب کچھ نہیں کہہ پایا تھا جو وہ کہنا چاہ رہا تھا مگر جتنی کڑواہٹ ماہ نور نے آج عثمان کے لہجے میں خود کے لیے محسوس کی تھی اتنی کبھی عثمان شجاع سے بھی محسوس نہیں کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"فاطمہ... تم اپنے گھر کب جاؤگی... کافی عرصہ ہوگیا ہے تمہیں اپنے میکے آئے ہوئے... سب خیریت تو ہے ناں... تمہارے اور احسن کے درمیان سب ٹھیک چل رہا ہے ناں؟" اس بار عثمان نے ماہ نور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا' فاطمہ نے ایک بار ماہ نور کو دیکھا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں ماہ نور نے اسے یقین دہانی کروائی کہ عثمان کو کچھ نہیں بتایا پھر فاطمہ آرام سے بولی۔

"جی بھائی سب ٹھیک چل رہا ہے وہ آج کل کچھ بزی ہیں۔اس لیے مجھے یہاں چھوڑ گئے ہیں۔"

''اس کی مصروفیات کی طرف نظر رکھا کرو کہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے۔''
عثمان نے طنزیہ نظر ماہ نور پر ڈالی۔

''نہیں بھائی... مجھے خود سے زیادہ یقین ہے ان پر۔''

''بھروسہ ٹوٹتے زیادہ وقت نہیں لگتا۔''

''عثمان تم یہ کیسی باتیں کررہے ہو... سب خیریت تو ہے ناں۔'' نزہت پوچھ رہی تھی کہ ماہ نور اٹھ کر چلی گئی سب نے اس بات کو بہت نوٹ کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

وقت گزرتا جارہا تھا اس نے شجاع ہائوس آنا کم کردیا کیونکہ اس کا مرض بڑھتا جارہا تھا' گھر پر آرام کرنے لگا۔گھر پر ایک بیوہ بھابی' فالج کے مرض میں مبتلا ماں تھی۔خیال رکھنے والا کوئی نہیں تھا' جب اس کی حالت بہت خراب ہوئی تو اس نے فاطمہ کو کال کی مگر اس کا نمبر بند تھا۔فاطمہ دراصل حمزہ اور مریم کا ایڈمیشن کروانے گئی ہے' احسن نے فوراً ماہ نور کا نمبر نکالا اور اسے کال کی تو پتہ چلا۔

''ماہ نور پلیز' مجھے ہاسپٹل پہنچا دیں... میری... میری طبیعت خراب ہے... میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا...'' اس کے ساتھ ہی اس کی حالت بگڑنے لگی۔

''احسن میں آرہی ہوں... بس دو منٹ... میں آرہی ہوں۔'' ماہ نور نے فکرمند ہوکر کہا اور فوراً فون بند کیا' پیچھے مڑی تو عثمان کھڑا سب کچھ سن رہا تھا۔

''تم کہیں نہیں جاؤ گی... اپنی نہیں تو اپنے اس شوہر کی ہی عزت کا خیال رکھ لو۔''

''پلیز عثمان... آپ جو مرضی کہیں... مگر مجھے آج جانا ہے ورنہ میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی' اگر احسن کو کچھ ہوگیا۔'' عثمان نے چونک کر اسے دیکھا۔

''تو آخر بات زبان پر آگئی ناں... جاؤ جہاں مرضی جانا ہے میری طرف سے تم آزاد ہو...!'' عثمان نے سنگ دلی سے کہا تو ماہ نور نے بے بسی کے عالم میں اسے دیکھا' پھر جلدی سے اسے کچھ کہے بغیر نکل گئی۔

وہاں پہنچ کر دیکھا تو اس کی حالت واقعی خراب تھی جلدی سے ایمبولینس میں سی ایم ایچ لے گئی اس کو ایڈمیٹ کرلیا گیا۔شام کو جب وہ گھر پہنچی تو عثمان نے اسے لاؤنج تک نہ آنے دیا۔

''تم اپنے گھر چلی جاؤ... اب تمہاری یہاں کوئی جگہ نہیں۔''

''میں اس کو طلاق دے رہاہوں۔'' عثمان نے جملہ مکمل کیا اور ہال میں سناٹا پھیل گیا اور ماہ نور کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

''عثمان... تم اپنے ہوش میں نہیں ہو' یہ کیا بکواس کررہے ہو۔''

''بس مما... اب آپ میرے کسی معاملے میں نہیں بولیں گی... آپ کے ہی کہنے پر میں اس سے شادی کے لیے راضی ہوا... آپ کے ہی کہنے پر اس سے نکاح کیا' اپنی بیوی بنایا... اب اور نہیں... یہ میرا ذاتی معاملہ ہے کوئی مداخلت مت کرے۔'' عثمان کا غصہ اپنے عروج پر تھا۔

''اور تم اٹھائو... اپنا سامان... اور دور ہوجائو' میری نظروں سے... خبردار جو بچوں کو لے جانے کی بات کی... وہ میری کسٹڈی میں آچکے ہیں اور میری کسی چیز پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں۔چلی جائو' یہاں سے۔''

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... میں کہاں جائوں گی آپ کو اور بچوں کو چھوڑ کر یہ میرا گھر ہے... اپنے گھر کو چھوڑ کر کہاں چلی جائوں۔'' ماہ نور نے روتے ہوئے التجا کی۔

''تمہارا گھر تھا تب جب تم میری بیوی تھی' لیکن اب یہ حق تم کھوچکی ہو... طلاق دے رہا ہوں' میں تمہیں۔'' عثمان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''خدا کے لیے عثمان یہ منحوس الفاظ منہ سے مت نکالو۔خدا ناراض ہوتا ہے۔'' نزہت نے اس کو پکڑ کر کہا۔

''فار گاڈ سیک مما... اس کو بولیں یہاں سے جائے ورنہ میں اپنے ساتھ ہی کچھ غلط کر بیٹھوں گا...'' عثمان نے کنپٹیاں مسلتے ہوئے کہا تو ماہ نور اس کے پیروں میں گر گئی۔

''میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں' یہ ظلم ہے میرے ساتھ۔میں مر جائوں گی۔''

''تم جیسی بدکردار عوت کو مر جاناہی چاہیے۔اب نکل رہی ہو کہ دھکے دے کر نکالوں۔'' عثمان نے سنگ دلی کی انتہا کردی' فاطمہ ان کے درمیان آئی۔

''بھائی یہ سب کیوں کررہے ہیں آپ... آپ خود بھی ان کے بغیر نہیں رہ سکتے اور اس حالت میں آپ انہیں...'' فاطمہ کی بات ادھوری رہ گئی۔عثمان نے ماہ نور کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اسے مین ڈور سے باہر نکال دیا۔گھر کے سب لوگ اسے روک رہے تھے۔مگر اس نے کسی کی نہ سنی۔باہر نکال کر دروازہ بند کردیا ماہ نور سسکتے ہوئے شجاع ہائوس سے باہر نکلی ایک بار مڑ کر گھر کو اشک بار آنکھوں سے دیکھا اور نیم پلیٹ کو دیکھ کر وہاں سے نکل آئی۔

☆☆☆☆☆☆

چلتے چلتے راستے میں اس کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ تبھی اس کی نظر ایک گاڑی پر ٹھہر گئی جو آگے جاکر پھر ریورس ہوکر اس کے پاس رک گئی۔ گاڑی سے اترنے والا شخص میجر سلمان تھا۔ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

’’بھابی آپ یہاں... اس طرح سب... سب ٹھیک تو ہے ناں۔‘‘ ماہ نور نے آنسو پونچھ کر اسے دیکھا اور بولی۔

’’آپ مجھے میرے گھر چھوڑ دیں گے پلیز۔‘‘

’’ہاں... کیوں نہیں... آئیں بیٹھیں... پلیز۔‘‘ ماہ نور آکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی‘ سلمان بہت الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

’’گھر پر سب ٹھیک تو ہے ناں... بچے‘ عثمان‘ انکل‘ آنٹی...!‘‘ سلمان نے گاڑی روکتے ہوئے اس سے پوچھا۔

’’جی... سب ٹھیک ہے۔ بس میں یہاں اپنی دوست سے ملنے آئی تھی۔ ڈرائیور کا انتظار کررہی تھی مگر وہ ابھی تک نہیں آیا۔‘‘ ماہ نور نے جھوٹ کا سہارا لیا مگر وہ سمجھ گیا کوئی نجی مسئلہ ہے جو یہ بتانا نہیں چاہتی۔

’’ابرار ہائوس چلیں گی ناں۔‘‘

’’جی...!‘‘ سلمان نے یوٹرن لیتے ہوئے پوچھا تو ماہ نور آہستگی سے بولی۔

٭...٭...٭

’’ماہ نور‘ تم اس وقت‘ یہاں اس طرح سے۔‘‘ سلمان کے جاتے ہی ماہ نور نے ڈور بیل بجائی تو دروازہ کھولنے پر لاریب نے چونک کر اسے دیکھ کر پوچھا‘ ماہ نور‘ بے سدھ‘ بے تاثر چہرے کے ساتھ اندر آئی اور سیدھا لائونج میں آگئی۔ سب خوش گوار موڈ میں تھے‘ اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ماہ نور سیدھا جاکر کرنل ابرار کے سینے سے جالگی اور رونے لگی۔سب پریشان ہوگئے۔

’’کیا ہوا ماہ نور... بیٹا بتائو تو کیا ہوا؟‘‘ ابھی کرنل ابرار بول ہی رہے تھے کہ ماہ نور ان کے بازوئوں میں جھول گئی۔ڈاکٹر کے جانے کے بعد سب اس کے پاس آکر بیٹھ گئے۔وہ سوئی ہوئی تھی۔پائوں پر پٹی تھی۔

ارسلان مسلسل عثمان کو فون ملا رہا تھا مگر اس کا نمبر بند آرہا تھا‘ مسز ابرار ماہ نور کے سرہانے بیٹھی اس کے بال سہلارہی تھیں اور ان کے آنسو مسلسل جاری تھے۔صبح ماہ نور کی آنکھ کھلی تو مسز ابرار اس کے پاس نیم دراز تھیں اسے اٹھتے دیکھ کر مسز ابرار بھی چونک کر بیٹھ گئیں۔

’’ماہ نور... کیسی ہو اب؟‘‘ ماہ نور نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا۔

ارسلان بھی جاگ گیا اور اس کے پاس آکر بیٹھ گیا اس کو اپنے سینے سے لگایا اور بولا۔

''اب تسلی سے پوری بات بتاؤ... ہوا کیا ہے؟'' نزہت اور شجاع بھی لاعلمی کا اظہار کررہے ہیں۔

''عثمان مجھے طلاق دے رہے ہیں۔'' ماہ نور نے آرام سے بتایا۔

''کیا...! لیکن کیوں؟'' ارسلان کو جیسے کرنٹ لگا۔ماہ نور خاموش رہی۔

''کیوں... کچھ تو ہوا ہوگا... وہ اتنی بڑی بات اتنے آرام سے کیسے کہہ سکتا ہے۔''

''بھائی میں کچھ نہیں جانتی... یہ آپ ان سے پوچھیں۔'' اس بار بھی وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بولی۔دونوں گھروں میں برابر کی ٹینشن تھی' ماہ نور کو آئے ہوئے تیسرا دن تھا جب کرنل ابرار کی کال عثمان نے اٹھائی۔

''بیٹا کیا ہوا ہے تم دونوں کے درمیان رات کے دس بجے انتہائی خراب حالت میں ماہ نور اپنے میکے آئی تھی؟''

''انکل یہ وہی بتاسکتی ہے۔آپ اسی سے کیوں نہیں پوچھتے؟'' عثمان اپنے آفس میں بیٹھا تھا جب کرنل ابرار کی کال آئی اس نے بڑے آرام وسکون سے جواب دیا۔

''اس سے بھی پوچھ پوچھ کر ہم تھک گئے ہیں لیکن نہ وہ بول رہی ہے نہ کچھ کھارہی ہے... کچھ تو ہوا ہے ایسا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔''

''جی یہی سمجھ لیں آپ... ایسا ہی کچھ کیا ہے آپ کی بیٹی نے...'' عثمان نے طنزیہ کہا۔

''کیا کیا ہے... پوری بات بتائو؟''

''انکل اس وقت میں ذرا مصروف ہوں' فارغ ہو کر آپ کو کال کروں گا۔'' یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

ماہ نور یہ تم نے کیا حال بنا رکھا ہے۔'' انوشہ نے اس کے کمزور چہرے اور آنکھوں کے گرد پڑے حلقوں کو دیکھ کر کہا۔''کیا ہوا ہے تم بتائو مجھے' ایسے تو نہیں چلتا ناں۔'' ماہ نور انوشہ کے گلے لگ گئی اور سسکتے ہوئے بولی۔

''آپی وہی ہوا جس کا خوف تھا... عثمان مجھے بدکردار عورت ثابت کر چکے ہیں۔وہ سمجھتے ہیں کہ میرے ان کے بہنوئی احسن کے ساتھ غلط تعلقات ہیں۔اس لیے میں ان کی بہن کو طلاق دلوانا چاہتی ہوں۔اس لیے اس سے پہلے ان کی بہن کو طلاق ہو جائے وہ مجھ سے اپنی بیوی ہونے کا حق چھیننا چاہتے ہیں۔حالانکہ احسن کو ہمیشہ میں نے اپنا بھائی سمجھا ہے پھر وہ ایسی بات سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔'' ماہ نور نے عاجزی سے سارا قصہ انوشہ کو سنایا۔

’’ماہ نور... ذرا سوچو... کچھ تو ایسا ہوگا... جو عثمان یہ بات سوچنے پر اور اتنا بڑا قدم اٹھانے پر تیار ہوگیا۔حالانکہ وہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔‘‘

’’نہیں کرتا ہے مجھ سے محبت... ان کی مجبوری تھی یہ شادی‘ اب وہ پچھتا رہے ہیں تو یہ گھٹیا الزام لگا کر مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔‘‘ ماہ نور کا لہجہ کڑواہٹ سے چور تھا۔

’’نہیں ماہ نور تم سوچو کچھ تو ایسا ہوا ہوگا... جس نے ان کو اتنا مجبور کردیا۔‘‘ انوشہ نے سمجھایا۔

’’آپی میں نے... جو کچھ بھی کیا انسانیت کے ناطے ایک مجبور انسان کے ساتھ ہمدردی کی صاف نیت سے کیا۔آپی دراصل احسن کو ایڈز ہے میرے اور فاطمہ کے علاوہ یہ بات کوئی نہیں جانتا اور اس نے عثمان کو بتانے سے منع کیا ہے۔‘‘ انوشہ ساری بات سمجھ گئی۔

’’یہ تو سب مس انڈر اسٹینڈنگ کی وجہ سے ہوا ہے تمہیں ساری بات عثمان کو بتادینی چاہیے یہ تمہاری زندگی کا سوال ہے۔‘‘

’’میں انہیں کچھ نہیں بتاسکتی‘ وہ فاطمہ کی زندگی تباہ کردیں گے۔آپ جانتی ہیں وہ احسن کو شروع ہی سے میری وجہ سے ناپسند کرتے ہیں‘ کیا مجھے اپنا گھر بچانے کے لیے کسی اور کا گھر تباہ کردینا چاہیئے... اور ویسے بھی آپی... میں نے بہت

کوشش کی آخری دم تک اپنا گھر بچانے کی مگر... مگر وہ میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتے تو میں کیا کرسکتی ہوں۔"

''ابھی اس کے یا تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا' اب تم دونوں کے درمیان ایک نیا رشتہ قائم ہونے جارہا ہے اور تم دونوں... عثمان یہ بات جانتا ہے؟" انوشہ کے آخری جملے میں تشویش تھی۔

''اگر جان بھی جاتے تو کون سا انقلاب آجاتا۔"

''تمہیں اس کو پھر بھی بتانا چاہیے تھا یہ ضروری ہے۔"

''آپی... وہ تو میری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتے اور آپ کہہ رہی ہو کہ میں ان سے بات کروں... آپی جہاں تک میں نے اس رشتے کو جانا ہے یہ رشتے صرف تین چیزوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔پیار' وفا اور بھروسہ جو کہ تینوں دم توڑ چکی ہیں۔" ماہ نور کی نظر قالین پر ٹکی ہوئی تھی اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔""آپی... کیا انہیں میں اس لیے بتا دیتی کہ اپنے ہونے والے بچے کی خاطر' اس بچے کی بدکردار ماں کو معاف کردیں' بدکرداری کا جو داغ انہوں نے میرے ماتھے پر لگانا تھا وہ تو لگا چکے ہیں۔میری وفائوں کی تسبیح ٹوٹ چکی ہے آپی' کچھ بھی نہیں بچا۔" وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔انوشہ نے اسے سینے سے لگایا۔

''ماہ نور یہ اصول دنیا ہے ایسے مواقعوں پر عورت کو ہی جھکنا پڑتا ہے۔اگر تم دونوں اپنی اپنی انا کا دامن نہیں چھوڑو گے تو کیسے چلے گا... فرق تم دونوں سے زیادہ تم دونوں کے بچوں پر پڑے گا۔اپنا نہیں تو ان کا سوچو۔'' انوشہ کے سمجھانے پر ماہ نور خاموش رہی۔

☆☆☆☆☆☆

رات ساڑھے تین بجے ہاسپٹل سے فون آیا اور شجاع ہائوس میں تہلکہ مچ گیا' احسن انتقال کر گیا تھا۔فاطمہ پر سکتہ طاری تھا۔اس نے ہمیشہ احسن کو ہنستے بولتے دیکھا' حتیٰ کہ موت ہر وقت اس کے سامنے رہتی مگر اس نے کبھی اپنی تکلیف کسی کو محسوس نہ ہونے دی مگر اب اس کا وجود مٹی کے ڈھیر کی مانند اسٹریچر پر لایا جارہا تھا۔عثمان بھی منگلہ سے چھ بجے تک آگیا تھا۔فاطمہ نے صرف ایک میسج ماہ نور کو کیا۔

''بھابی... احسن اب نہیں رہے۔'' ماہ نور ارسلان اور کرنل ابرار کے ہمراہ وہاں پہنچ گئی۔میت دیکھ کر اس کو بہت رونا آیا۔عثمان کو جہاں اپنی بہن کے بیوہ ہونے کا دکھ تھا وہاں پر اسے ایک گنہگار انسان کے چلے جانے کی ایک انجانی سی خوشی ہوئی۔جنازے کے بعد جاتے وقت بھی ماہ نور' عثمان کی منتظر تھی کہ وہ کم

از کم اس سے حال احوال ہی پوچھ لے مگر اس نے ایک دفعہ بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔

’’عثمان اب تو سب کچھ جان گئے ہوں گے پھر انہوں نے ابھی تک مجھ سے بات کیوں نہیں کی؟‘‘ ماہ نور کی آنکھیں بھر آئیں۔پھر ایک اور خیال اس کے ذہن میں رقص کرنے لگا جب حسن نے اس سے کہا تھا۔

’’ماہ نور میں تو ناراض ہوکر مان جائوں گا مگر اس رب کا کیا کرو گی جو ایک بار ناراض ہو تو انسان کی زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔‘‘ یہ سوچ کر وہ اٹھی اور وضو کرکے جائے نماز بچھالی۔

’’یااللہ...!کرنل ابرار کی بیٹی اتنی بدنصیب تھی کہ اسے شادی شدہ زندگی راس نہ آئی پہلے حسن پھر عثمان... آخر کیوں... کیا میں اتنی گناہ گار ہوں کہ مجھ پر رحم بھی نہیں کرسکتا تو... حمزہ اور مریم کی پیدائش پر مجھ سے حسن جدا ہوگئے‘ اب دوسری بار جب ایک معصوم نے اس دنیا میں آنا ہے تو عثمان مجھے طلاق دے رہے ہیں۔‘‘

احسن کی وفات کو دو ہفتے گزر گئے تھے‘ آج جاکر فاطمہ کے حواس بحال ہوئے تھے۔وہ روتے ہوئے ماں کے گلے لگی اور سب کہہ گئی۔

''ممّا... یہ تو میں جانتی تھی کہ ان کو مجھے ایک روز چھوڑ کر جانا ہے... مگر کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ سب کچھ اتنا جلدی ہو گا اور جب وہ چھوڑ کر جائیں گے تو اتنی دور جائیں گے کہ میں ان کو دیکھ بھی نہ سکوں گی۔''

''کیا مطلب... میں سمجھی نہیں؟'' نزہت بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

''ممّا... ہماری شادی کے مہینے بعد ہی ان کو پتہ چل گیا تھا کہ ان کو ایڈز ہے... اس کے بعد انہوں نے مجھے چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا... مگر میں ضد پر اڑی رہی کہ میں ان کی ہی بیوہ بنوں گی مگر ان سے طلاق نہیں لوں گی۔انہوں نے بہت سمجھایا مگر میرے بس میں نہیں تھا۔اس لیے ہم دونوں نے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا پھر ایک روز اس بارے میں ماہ نور بھابی کو پتہ چل گیا۔میں نے انہیں منع کیا کہ وہ کسی کو نہ بتائیں خاص کر عثمان بھائی کو... ورنہ وہ مجھے طلاق دلوادیں گے... بھابی نے اپنا وعدہ خوب نبھایا... اپنے گھر کو آگ لگنے دی مگر میرے آشیانے پر آنچ تک نہ آنے دی۔گھر چھوڑتے وقت انہوں نے نہ عثمان بھائی' نہ مریم' حمزہ کا اور نہ ہی آنے والے بچے کا خیال کیا... انہوں نے یہ کڑوا گھونٹ بھائی کی محبت کی خاطر ان کی بہن کی خاطر پیا... مگر بھائی نے' بھائی نے ناانصافی کی ہے ان کے ساتھ ممّا!'' یہ سن کر عثمان دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھتا چلا گیا۔اس پر عجیب سی کشمکش طاری تھی۔خود کو سنبھالتے ہوئے کمرے میں آگیا۔

''یہ... یہ میں نے کیا کر دیا... یہ کیا... کیا میں نے ماہ نور کے ساتھ' میں نے بہت غلط کر دیا ہے' یااللہ' یہ کیا ہو گیا اور ماہ نور امید سے ہے' اس نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟'' عثمان شجاع تم نے اسے اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہنے دیا تو یہ بات وہ تمہیں کیسے بتا سکتی تھی... تو ظالم ہے' عثمان شجاع تو نے زیادتی کی ہے' اس بے قصور کے ساتھ... تو نے اس کی پاکیزہ محبت پر شک کیا ہے۔'' عثمان بلک بلک کر اپنے بال نوچنے لگا۔اس کا ضمیر اس پر لعنت بھیج رہا تھا۔عثمان گاڑی لے کر گھر سے نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

آج جب ماہ نور' لاریب کے ساتھ اپنا چیک اپ کروانے آئی تو ڈاکٹر نے اس بار پھر عثمان کے نہ آنے کو مائنڈ کیا تھا۔عثمان ماہ نور سے ملنے ہی یہاں آیا تھا' لاریب نے عثمان کو دیکھا اور یک دم بولی۔

''یہ تو مجھے عثمان بھائی لگ رہے ہیں۔'' ماہ نور نے متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا تو عثمان پر نظر ٹک گئی۔پہلے عجیب سی محبت کا احساس ہوا مگر جب اسے اپنے پاس آتے دیکھا تو عثمان کے کہے ہوئے الفاظ اس کی سماعت میں گونجنے لگے۔

''پچھتا رہا ہوں میں تم سے شادی کر کے... ابھی ہی کوئی فیصلہ لے لینا چاہئے کہیں دیر نہ ہو جائے... تم جیسی بدکردار عورت کو مر جانا ہی چاہیے... طلاق دے رہا ہوں میں تمہیں طلاق... طلاق۔'' ماہ نور کا خون کھولنے لگا۔عثمان ان کے پاس آیا اور لاریب کو سلام کر کے ایک بار مسکرا کر ماہ نور کو سلام کیا۔اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔لاریب موقع کی مناسبت کو سمجھتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔عثمان ماہ نور کے آگے آگیا۔

''ہم آرام سے یہاں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔'' ماہ نور نے اسے گھورا اور سختی سے بولی۔

''نہیں۔'' اور آگے بڑھ گئی۔

''ماہ نور پلیز' مجھے ایک موقع تو دو اپنی صفائی پیش کرنے کا۔'' عثمان نے التجا کی۔

''ٹھیک ہے دیتی ہوں میں آپ کو وہ موقع جو آپ نے مجھے نہیں دیا تھا۔'' یہ کہہ کر بڑھنے لگی تو عثمان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور زبردستی اپنی گاڑی میں لے جا کر بٹھا دیا۔

''پلیز عثمان' میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے مجھے جانے دو۔'' ماہ نور بے بسی سے بولی۔

’’تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تم پریگننٹ تھیں۔‘‘ عثمان نے پوچھا۔

’’اب بھی آپ کو مجھ سے ہی گلے ہیں... ویسے میں آپ کو اس لیے بتادیتی کہ اپنے ہونے والے بچے کی خاطر اس بدکردار عورت کو بھی اس گھر میں رہنے دیں... ظاہر ہے میری نہ کبھی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت تھی نہ ہے اور نہ ہی کبھی ہوگی۔‘‘ عثمان نے مسکراتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

’’بس... میں جانتا ہوں' جو کچھ بھی ہوا نہیں ہونا چاہیے تھا۔بہت غلط ہوا ہے' تم مجھے معاف مت کرنا' اگر تم نے مجھے معاف کردیا تو میں اپنی ہی نظروں میں گرجاؤں گا' اس لیے تم میرے ساتھ میرے گھر چلو' وہاں رہو' اپنی کیئر کرواؤ اور مجھے میری اوقات یاد دلاؤ۔‘‘ ماہ نور نرمی سے اسے دیکھنے لگی۔

’’نہیں عثمان... ناراض تو نہیں تھی میں آپ سے... بس تکلیف ضرور ہوئی تھی کہ آپ کو کم از کم مجھ پر اتنا بھروسہ تو ہونا چاہیے تھا کہ اگر کوئی میری گردن پر چھری بھی رکھ دے تو میں آپ کی ہی رہوں گی اور آخری دم تک آپ کی وفا کا پاس رکھوں گی' اور ویسے بھی معاف تو اس کو کیا جاتا ہے جس سے ناراض ہو' میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔‘‘ ماہ نور نے دھیمے لہجے میں کہا۔

عثمان کچھ بولنا چاہ رہا تھا کہ ماہ نور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل کر ایک بار اندر جھک کر کہنے لگی۔

’’جیسے آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر سے نکالا تھا ناں ویسے ہی ہاتھ پکڑ کر مجھے واپس لے جانے آئیں گے تو میں آئوں گی... ورنہ بھول جائیں۔‘‘ ماہ نور نے مسکرا کر کہا تو ایک شریر مسکراہٹ عثمان کے چہرے پر بھی سج گئی۔

☆☆☆☆☆☆

وہی مسبب زندگی بن گیا ہے میری
ایک روز تھا جب وہ تھا فقط ایک اجنبی
میں خود کو روک نہ پائی اس کے سحر نظر سے
تھی جس میں حیاء اور وفا کی سی پارسائی
آج وہ نہیں ہے جس کو ٹوٹ کر چاہا تھا میں نے
مگر وہ ہے جس نے ٹوٹ کر چاہا تھا مجھے
نہ جانے نینوں میں اس کے تھی کس کی شبیہہ
کہ نہ ملا سکی میں نظر اس سے کبھی
تھمادی کس نے یہ مختلف مگر مکمل تسبیح
کہتے ہیں جس کو وفا کے دو دانوں کی تسبیح

☆☆☆☆☆☆

’’او مائی گڈنیس... عثمان یہ تم ہو‘ تم کتنے بدل گئے ہو۔‘‘ شاپنگ مال میں صبا عثمان کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔اس وقت وہاں عثمان اور حمزہ کائونٹر پر کھڑے تھے۔

’’صبا تم کتنی موٹی ہوگئی ہو۔‘‘ عثمان جانتا تھا کہ وہ اپنے وزن کے بارے میں کافی فکرمند رہتی ہے اس لیے اس کو چھیڑا۔

’’کوئی نہیں پہلے سے دو کلو کم کیا ہے۔یہ تمہارا بیٹا ہے۔سو سویٹ‘ تم پر ہی گیا ہے۔‘‘ اس بار صبا نے آگے بڑھ کر حمزہ کو پیار کیا۔

’’ہاں... تمہارے ہزبینڈ کہاں ہیں؟‘‘ عثمان نے یہاں وہاں دیکھتے ہوئے کہا۔

’’وہ باہر چلے گئے ہیں آئو تمہیں ملوائوں ان سے۔‘‘ بائے دی وے تمہاری وائف کہاں ہے؟ مجھے بھی ملوائو ان سے۔‘‘ صبا نے پارکنگ کی طرف آتے ہوتے کہا۔صبا کا ہزبینڈ ان کے ہی کالج کا لڑکا تھا‘ فاروق وہ دونوں باتیں کررہے تھے‘ جب صبا نے اپنی گاڑی میں سامان رکھتے ہوئے دوسری طرف کھڑی ماہ نور کو دیکھا۔صبا جلدی سے اس کی طرف گئی۔

’’ہیلو ماہ نور‘ کیسی ہو؟‘‘ ماہ نور نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کیا اور باتوں باتوں میں بولی۔

’’اس دن میں نے تمہیں اور تمہارے ہزبینڈ کو سی ایم ایچ میں دیکھا تھا۔ ہمیں بھی ملوائو۔‘‘

’’ہاں وہ آرہے ہیں۔ آپ کس کے ساتھ آئی ہو۔‘‘ ماہ نور نے پوچھا۔

’’میں عثمان کے ساتھ... یاد ہے وہ تمہیں۔‘‘ ماہ نور نے حیرت سے اسے دیکھا۔ماہ نور جان گئی یہ جھوٹ بول رہی ہے اسے چھیڑنے کے لیے۔

’’ٹھہرو میں ابھی تمہیں ملوا دیتی ہوں۔‘‘ یہ کہہ کر اس نے عثمان اور فاروق کو آواز دی۔ دونوں آگئے‘ فاروق ماہ نور کو دیکھ کر حیران ہوا۔

’’عثمان یہ دیکھو کون ہیں؟‘‘ عثمان نے شریر مسکان چہرے پر سجائی اور ماہ نور کو گھورنے لگا۔

’’اوہ آپ...!‘‘ یہ کہہ کر عثمان نے اپنا دائیاں بازو ماہ نور کی کمر کے گرد کیا اور اپنی طرف کیا۔

’’یہ تو وہی ہے صبا‘ جس کو دیکھے بغیر میری صبح نہیں ہوتی۔‘‘ صبا اور فاروق دونوں ہی حیرت سے دونوں کو مسکراتا دیکھ رہے تھے۔

’’کیا مطلب... تم دونوں ہزبینڈ وائف ہو؟‘‘ فاروق نے حیرت سے پوچھا۔

’’ہاں...!‘‘ عثمان نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’اچھا تو عثمان تم نے اپنی شرط پوری کی ہے یا پھر جو کچھ تم لوگ کالج میں کرتے تھے وہ سب ڈرامہ تھا' یا پھر ماہ نور اپنے منصوبے میں کامیاب ہوگئی۔‘‘ صبا نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

’’او صبا پلیز... یہ بہت لمبی اسٹوری ہے پھر کسی فارغ وقت میں سنائیں گے۔‘‘ یہ کہہ کر ماہ نور اور عثمان گاڑی میں بیٹھے اور چلے گئے۔

...’’...

اللہ نے ان کو بیٹا عطا کیا' جس کا نام عثمان نے حسن رکھا۔ماہ نور جب بھی ان بچوں کو ہنستا کھیلتا دیکھتی اور عثمان کا مسکراتا چہرہ دیکھتی تو اسے ان الفاظ کی صداقت محسوس ہوتی۔

’’ماہ نور جس کو تم ظلم سمجھ رہی تھیں... یہ ظلم نہیں ہے' تمہارے لیے اور بچوں کے لیے اس میں بہتری ہے۔‘‘

’’عثمان پتہ ہے... میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ اگر حسن کے جانے کے بعد آپ میرا ہاتھ نہ تھامتے تو میں جیتے جی مر جاتی... اور پھر نہ ہی میری زندگی میں حسن آتا اور نہ ہی ہنیم' کتنا عجیب ہوتا ہے سب کچھ...!‘‘ یہ کہتے ہوئے ماہ نور کی آنکھیں بھر آئیں' عثمان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں نرمی سے لیا اور بولا۔

''اگر میں نہ ہوتا... تو ظاہر ہے تم بھی نہ ہوتیں... جو جوڑ قدرت نے سوچ رکھا تھا' ہم ان راز سے بے خبر ہوتے ہیں اور اب بس...'' عثمان نے اس کے آنسو پونچھے۔

''تم نے جتنا دکھ' جتنی تکلیف اٹھانی تھی' اٹھا چکی... اب میں اور ان آنکھوں میں اپنے جیتے جی کبھی آنسو نہیں آنے دوں گا۔'' ماہ نور اس کو گہری نظروں سے دیکھ کر مسکرائی۔

☆☆☆☆☆☆

وقت پلک جھپکتے بدل گیا۔ عثمان بریگیڈیئر پروموٹ ہو کر ریٹائر ہو گئے۔ حمزہ نے پاکستان آرمی میں کمیشن لیا اور حسن اپنے شوق کے مطابق ائیر فورس میں چلا گیا۔ ہنیم سب سے چھوٹی تھی ابھی وہ میٹرک میں تھی جبکہ مریم bds کر رہی تھی۔

''پاپا میں اس عبداللہ کے بچے کو نہیں چھوڑوں گی۔'' مریم کالج سے آئی تو خفگی سے بیگ ایک طرف پھینکا اور منہ پھولا کر بیٹھ گئی اور انوشہ کے بیٹے کی شکایت لگائی۔

''کیوں کیا کہہ دیا اس نے...!'' ماہ نور نے پاس بیٹھ کر پوچھا۔

''آج کلاس سے نکلتے ہوئے میرے جوتے کی ہیل ٹوٹ گئی تھی... تو پوری کلاس میں میری بے عزتی کروانے کے لیے کہتا ہے... 'ریٹائرڈ آرمی آفیسر کی بیٹی ہے

ناں... ہر چیز ریٹائر ہوچکی ہے۔" یہ سن کر پہلے دونوں نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر خوب ہنسے۔جبکہ مریم حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

اختتام

پاکستانی پوائنٹ